رمضان المبارک ۱۴۲۷ھ | جلد ۱ شمارہ ۹ | اکتوبر ۲۰۰۶ء

جامعہ حقانیہ کا ترجمان

مجلّہ الحقانیہ

ساہیوال
سرگودھا



بانی فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبد الشکور ترمذی قدس سرہٗ

رمضان المبارک ۱۴۲۷ھ اکتوبر ۲۰۰۶ء فہرست



خط وکتابت کیلئے: دفتر ماہنامہ الحقانیہ جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

فون: 048-6786002/6786899

E-mail-alhaqqania@yahoo.com

کمپوزر: جناب حافظ سید عبدالغفور صاحب ترمذی پرنٹر: جناب محمد منیر صاحب فائن پرنٹنگ پریس بلاک 8 سرگودھا

کلمۃ الحق

مفتی سید عبد القدوس ترمذی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہِ مقدس اور ہماری ذمہ داریاں

بعد الحمد والصلوٰۃ۔ رمضان المبارک کا مقدس و مبارک مہینہ ہمارے سروں پر جلوہ فگن ہے شعبان المعظم کے آخری روز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خطبہ ارشاد فرمایا حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی روایت سے وہ کتبِ حدیث میں تفصیلاً موجود ہے اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادِ گرامی قد اظلکم شھر عظیم (تم پر ایک عظیم برکت والے مہینے نے سایہ ڈالا ہے) سے واضح ہے کہ یہ نہایت بابرکت اور عظمت والا مہینہ ہے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مبارک خطبہ سے جہاں اس ماہِ مقدس کی عظمت و برکت معلوم ہو رہی ہے وہیں اس میں مسلمانوں پر عائد ہونے والی ذمہ داریوں کا بھی پتہ چل رہا ہے۔

مادیت میں گھرے انسان کو اس کی انتہائی ضرورت تھی کہ اس کا رشتہ اپنے رب سے قائم ہو اور اس کی مردہ روح کو روحانی غذا اور ٹانک دے کر اسے زندہ کیا جائے، روحانیت غالب ہو اور قوت بہیمیہ مغلوب ہو، اس لئے حق تعالیٰ نے صوم کو فرض قرار دے دیا اور اس کی حکمت لعلکم تتقون (تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ) بیان فرمائی، انسان چونکہ حق تعالیٰ کا بندہ ہے اور اس کی بندگی کا تقاضہ ہے کہ وہ اس کے ہر حکم کو بلا چوں و چرا تسلیم کرے اور اس کی رضا کی خاطر بجان و دل اسے بجالائے اس میں اسرار و حکمتیں تلاش نہ کرے اس لئے حکمتوں کے درپے نہیں ہونا چاہئے لیکن حق تعالیٰ کا کوئی حکم چونکہ حکمت سے خالی نہیں ہوسکتا اس لئے اس کے ہر حکم میں بے شمار حکمتیں موجود ہیں بعض احکام کی حکمتوں کو انہوں نے خود ہی بتادیا ہے جیسا کہ روزہ کے بارہ میں لعلکم تتقون سے اس کی حکمت (اور فلاسفی) کو بیان فرمایا گیا ہے، احکام کا مدار اگرچہ حکمت پر نہیں بلکہ علت پر ہوتا ہے لیکن ان احکام کو ایسے طریقہ سے بجالانا ضروری ہے کہ انسان ان کے فوائد سے بھی بہرہ ور ہوسکے۔

بہرحال روزہ ایک ایسی عظیم الشان عبادت ہے کہ اس کے ذریعہ انسان کی روحانیت بیدار اور دل حق تعالیٰ کی معرفت و محبت سے سرشار ہوجاتا ہے اس لئے مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اس عبادت کو اللہ تعالیٰ کا حکم سمجھ کر بجالائیں اور اس طرح اس عبادت کو سرانجام دیں کہ صحیح معنی میں روزہ ادا ہوجائے محض روزہ کا جسم اور ڈھانچہ نہ بنے بلکہ اس کی جو حقیقی روح ہے وہ بھی اس میں پیدا ہوجائے اس کیلئے اس حضرت انسان کو نفس امارہ سے مقابلہ کرکے تمام گناہوں کو چھوڑنا ہوگا اور جو گناہ ہوچکے ہیں ان سے سچی توبہ کرنی ہوگی اور روزہ کی

حالت میں بطورخاص غیبت، بہتان، چغلی، جھوٹ وغیرہ سے، اسی طرح دل، کان، آنکھ، ہاتھ، قدم وغیرہ تمام اعضا کے گناہ سے بچنا ہو گا غرضیکہ ظاہر اور باطن کے گناہ کو ترک کئے بغیر روزہ کی اصل حقیقت اور اس کی روح کو حاصل نہیں کیا جاسکتا، گناہوں کے خوگر اور عادی کیلئے گناہوں کو چھوڑنا اگرچہ مشکل معلوم ہوتا ہے لیکن اگر اس حقیقت پر غور کیا جائے کہ اصل دشمن شیطان کو اس ماہ مقدس میں پابند سلاسل کردیا گیا ہے اور حق تعالیٰ کی رحمتیں مغفرتین موسلا دھار بارش کی طرح برس رہی ہیں جو معمولی بہانہ پر انسان کو اپنے دامن میں لینے کیلئے تیار ہیں اس کیلئے اگر انسان ذراہمت سے کام لے تو نفس کا مقابلہ اس کیلئے کچھ بھی مشکل نہیں بطور خاص جبکہ اس کے نتیجہ میں حق تعالیٰ کا خاص الخاص قرب بھی حاصل ہوجائے تو بلاشبہ تمام مجاہدات اور ریاضتوں کے مقابلہ میں یہ سودا سستا ہے۔

قیمت خود ہر دو عالم گفتۂ نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

اس ماہ مقدس میں روزہ تراویح اور تلاوت کلام پاک کے اہتمام کے ساتھ تہجد، اشراق، چاشت، اوابین، صلوٰۃ التسبیح اور ذکر واذکار کا نظم بھی ضرور بنالینا چاہئے اور کوشش ہو کہ کوئی لمحہ ضائع نہ جائے، کلمہ شریف لا الہ الا اللہ، استغفار، حق تعالیٰ سے جنت الفردوس کا سوال اور جہنم سے پناہ مانگنے کا اہتمام بھی رکھا جائے، ہوسکے تو بزرگوں کی صحبت میں ضرور بیٹھے یہ نہایت اکسیر ہے اگر اس کا موقع نہ ہو تو تلاوت کلام پاک کے بعد اپنے بزرگوں کے ملفوظات اور مواعظ کا کچھ دیر روزانہ مطالعہ کرلیا جائے، آخری عشرہ میں اعتکاف مسنون کی بھی پوری کوشش کی جائے، الغرض جہاں تک ہوسکے اس ماہ مقدس کی خوب قدر کرے کہ موسم بہار ہے جو قسمت والوں ہی کو نصیب ہوتا ہے، مسلمان خواتین وحضرات نے اگر یہ ایک مہینہ اس طریقہ سے گذار لیا تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید ہے کہ پھر اس کے اثرات پورے سال باقی رہیں گے، واللہ الموفق والمعین ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

تمام مسلمانوں سے عموماً اور قارئین الحقانیہ سے خصوصاً درخواست ہے کہ وہ ماہ مقدس کی مبارک ساعتوں میں اپنی ادعیہ صالحہ میں عام امت مسلمہ، اپنے وطن عزیز پاکستان کی حفاظت اور سلامتی کی دعا کے ساتھ احقر ناکارہ اس کے اہل خانہ اولاد اعزہ اقارب واساتذہ کرام، مشائخ عظام کیلئے فلاح دارین کی ضرور دعا فرماویں، جامعہ حقانیہ کی ترقی اور اپنے والدین کریمین کی مغفرت اور رفع درجات کیلئے خاص طور پر دعا کی درخواست ہے، احقر ناکارہ بھی سب کیلئے دعا گو ہے۔ فقط

احقر عبدالقدوس ترمذی غفرلہ ولوالدیہ ۲۱/۸/۲۷ھ

مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

درس قرآن کریم

الرحمٰن الرحیم ملك یوم الدین

پہلے تسمیہ میں لفظ رحمٰن اور رحیم دونوں گذر چکے ہیں اور ان کے متعلق ضروری مضامین بھی لکھے جا چکے ہیں، سورۃ فاتحہ میں دوبارہ پھر ان دونوں صفتوں کا اعادہ فرمایا گیا ہے اور ان کو دوبارہ ذکر کیا گیا ہے، یہ دونوں مبالغہ کے صیغے ہیں جن میں رحمت خداوندی کی وسعت و کثرت اور کمال کا بیان ہے، اس سورۃ میں ان صفات کے ذکر کرنے کی یہ وجہ بھی ہوسکتی ہے کہ تمام مخلوق کی پرورش اور تربیت کی جو ذمہ داری حق تعالیٰ نے اپنے ذمہ لی ہے وہ کسی دباؤ یا مجبوری سے نہیں لی بلکہ یہ ان کی صفت رحمت کا تقاضا ہے، اگر پوری کائنات نہ ہو تو اس کا کچھ نقصان نہیں اور ہو جائے تو اس پر کچھ بار نہیں ہے۔

امام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: الرحمٰن الرحیم کا تکرار حق تعالیٰ کی رحمت کے مکرر اور مضاعف (چند در چند) ہونے کی طرف اشارہ ہے لیکن چونکہ رحمت کی فراوانی اور زیادتی سے اس کا بھی امکان تھا کہ بندے حق تعالیٰ کی رحمت کی زیادتی دیکھ کر مغرور نہ ہو جائیں اس لئے اس کے ساتھ ملك یوم الدین بھی فرما دیا تا کہ رغبت کے ساتھ ساتھ رہبت یعنی ڈر اور خوف کا ضروری ہونا بھی ملحوظ خاطر رہے اور انسان مغرور نہ ہو جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر اپنی صفت غافر الذنب وقابل التوب (گناہ معاف کرنے والے اور توبہ قبول کرنے والے ہیں) ذکر فرما کر شدید العقاب (سخت عذاب والے) بھی ذکر فرما دی تا کہ انسان کی توجہ صرف ایک طرف ہی نہ رہے بلکہ دونوں پہلو اس کو سامنے رکھنے ضروری ہیں، کیونکہ اس کے بغیر اعتدال ناممکن ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ ملك یوم الدین سے قبل الرحمٰن الرحیم کا ذکر کرنے سے مشہور حدیث قدسی کی طرف اشارہ ہو جس میں حق جل شانہ کا ارشاد ہے سبقت رحمتی علی غضبی (یعنی میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے جاتی ہے) واللہ اعلم باسرار کلامہ المقدس۔

روز جزا کی حقیقت

اللہ تعالیٰ روز جزا کے مالک ہیں، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ روز جزا کس دن کا نام ہے اور اس کی

حقیقت کیا ہے؟ تو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ روز جزا سے مراد وہ دن ہے جو حق تعالیٰ نے نیک و بد اعمال کا بدلہ دینے کیلئے مقرر فرما رکھا ہے جس کو یوم القیامہ بھی کہتے ہیں اور حقیقت اس کی یہ ہے کہ دنیا دار العمل ہے یعنی عمل کی جگہ ہے، یہاں اعمال کا پورا پورا بدلہ نہیں دیا جاتا اگر چہ کبھی کبھی کسی عمل کی جزا یا سزا کا ہلکا سا نمونہ ظاہر کر دیا جاتا ہے، وہ اس عمل کا پورا پورا بدلہ نہیں ہوتا بلکہ محض تنبیہ کیلئے ایک نمونہ ہوتا ہے، اسی کے متعلق باری تعالیٰ کا ارشاد ہے ولنذیقنهم من العذاب الادنیٰ دون العذاب الاکبر لعلهم یرجعون یعنی ہم لوگوں کو آخرت کے بڑے عذاب سے پہلے بعض اوقات دنیا میں ایک عذاب قریب کا مزا چکھاتے ہیں تا کہ وہ باز آ جائیں۔ معلوم ہوا کہ اصل بدلہ یعنی اعمال کی جزا و سزا پورے طور پر آخرت میں دیا جائے گا، جب یہ بات واضح ہوگئی کہ اس دنیا میں نیک و بد اعمال کا پورا پورا بدلہ نہیں دیا جاتا اور انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ نیک و بد، اچھا اور برا برابر نہ رہے بلکہ ہر عمل کی جزا و سزا ملنی چاہئے، تو از روئے عقل و انصاف ضروری ہوا کہ اس جہاں کے بعد ایک ایسا جہاں ہونا چاہئے جہاں ہر چھوٹے بڑے عمل کا حساب اور اس کی جزا و سزا انصاف کے مطابق ملے اسی کو قرآن کریم کی اصطلاح میں روز جزا، قیامت یا آخرت کہا جاتا ہے، اس تشریح سے روز جزا کی حقیقت واہمیت اور اس کی ضرورت عقلاً ونقلاً واضح ہے۔

روز جزا کی تخصیص کیوں کی گئی؟

اب رہی یہ بات کہ اللہ تعالیٰ کی ملکیت تمام کائنات پر جس طرح روز جزا میں ہوگی، ایسے ہی آج بھی ہے تو پھر اس آیت میں روز جزا کی تخصیص کیوں فرمائی گئی ہے تو اس کی مختصر تشریح یہ ہے:

بلاشبہ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ تمام کائنات اور اس کے ذرے ذرے کی حقیقی ملکیت حق تعالیٰ کی مبارک ذات کو حاصل ہے جو کائنات کے خالق اور بلا شرکت غیرے مالک ہیں پھر یہ ملکیت حق تعالیٰ کیلئے جیسے روز جزا اور قیامت کے دن ہوگی آج بھی حقیقی ملکیت صرف اسی ذات کی ہے، اب یہ کہ یہاں یوم الدین کی تخصیص کیوں کی گئی تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر چہ اس جہاں میں بھی حقیقی ملکیت تو حق تعالیٰ ہی کو حاصل ہے لیکن اس نے اپنی حکمت بالغہ سے ایک قسم کی ناقص ملکیت انسان کو بھی عطا فرمائی ہے جس کی بنا پر مجازاً وہ بھی مالک قرار پاتا ہے اور اپنی مملوکہ اشیاء میں تصرف کرتا ہے اسی لئے اس کو ملکیت کے حقوق حاصل ہوتے ہیں اور شرعی طور پر وہ مالی عبادات کرنے کا مکلف قرار پاتا ہے وغیرہ وغیرہ، یہ سب امور اسی ناقص ملکیت کا کرشمہ ہیں کیونکہ اصل مالک تو حق تعالیٰ ہی ہیں کسی نے خوب کہا ہے۔

در حقیقت مالک ہر شے خدا است   ایں امانت چند روزہ نزد ما است

تاہم کچھ نہ کچھ ملکیت اس دنیا میں انسان کو بھی دی گئی ہے جس میں وہ مغرور ومست ہے، اللہ تعالیٰ ملك يوم الدين میں اسی مستی، غرور اور غفلت پر انسان کو تنبیہ فرمارہے ہیں کہ تیری یہ ملکیت چندروزہ ہے، ایک دن ایسا آنے والا ہے جس میں یہ ظاہری ملکیت نہیں رہے گی تمام کائنات کی ملک اور حکومت صرف حق تعالیٰ کیلئے ہوگی کوئی عارضی مالک بھی نہیں رہے گا، اس آیت کی پوری تفسیر اور روز جزا کی حقیقت سورہ مؤمن کی ان آیات میں ہے:

يوم هم بارزون لا يخفى على الله منهم شيء لمن الملك اليوم لله الواحد القهار ٥ اليوم تجزى كل نفس بما كسبت لا ظلم اليوم ان الله سريع الحساب (پ۲۴) جس دن سب لوگ (خدا کے سامنے) آموجود ہوں گے کہ ان کی کوئی بات خدا سے صورۃً مخفی نہیں رہے گی، آج کے دن کس کی حکومت ہوگی؟ بس صرف اللہ کی ہوگی جو یکتا اور غالب ہے، آج ہر شخص کو اس کے کیے کا بدلہ دیا جائے گا آج کسی پر ظلم نہ ہوگا، اللہ بہت جلد حساب لینے والے ہیں۔

الغرض اسی مذکورہ نکتہ اور حکمت کے پیش نظر یہاں يوم الدين یعنی روز جزا کے ساتھ مالک ہونے کی تخصیص کی گئی ہے، والله اعلم بالصواب۔

درس حدیث

رحمۃ الفردوس ترجمہ بہجۃ النفوس

مؤلف: حضرت امام حافظ ابومحمد عبداللہ بن ابی جمرہ الازدی الاندلسی رحمہ اللہ
مترجم: شیخ الاسلام حضرت مولانا علامہ ظفر احمد عثمانی قدس اللہ سرہ

اہم واقعات میں اہل علم وعقل سے رجوع کرنا چاہیے

(۱۹) حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انسان کو جب کوئی اہم واقعہ پیش آئے تو اہلِ علم اور اہلِ عقل سے اس کو دریافت کرے (اگر چہ وہ اپنے سے چھوٹے ہی ہوں) چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ واقعہ پیش آیا تو آپ ورقہ کے پاس تشریف لے گئے جو اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے زیادہ عالم اور سب سے افضل تھے (الوجہ السابع والثلاثون فیہ دلیل علی ان المرأ اذا وقع لہ واقع الی قولہ وافضلہم بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

ف: اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ورقہ حضرت صدیق اکبر سے بھی افضل تھے کیونکہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ورقہ کے پاس تشریف لے گئے اس وقت تک حضرت صدیق کو آپ نے اسلام کی دعوت ہی نہ دی تھی، پھر جس وقت حضرت صدیق کو اسلام کی دعوت دی گئی اور وہ ایمان لے آئے تو وہ سب سے افضل ہو گئے کیونکہ ورقہ کے متعلق علماء میں اختلاف ہے کہ انہوں نے حکم تبلیغ سے پہلے جو آپ کی نبوت کی تصدیق کی ہے وہ ایمان کیلئے کافی تھی یا نہیں؟ اور حضرت صدیق کے کمالِ ایمان پر اور اس بات پر کہ وہ انبیاء کے بعد سب سے افضل ہیں علماء امت کا اتفاق ہے۔

ف: اپنے چھوٹوں سے مشورہ کرنا اور اہم واقعات میں ان سے رجوع کرنا حضرات صوفیہ کا خاص طریقہ ہے۔

تعریف میں مبالغہ نہ کرنا چاہئے

(۲۰) حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب کسی کی تعریف کی جائے تو انہی صفات حمیدہ کو بیان کیا جائے جو اس کے اندر موجود ہیں اس سے زیادہ کچھ نہ کہا جائے چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ورقہ کے اسی قدر محامد بیان فرمائے جو ان کے اندر موجود تھے زیادہ کچھ نہیں فرمایا (الوجہ التاسع والاربعون فیہ دلیل علی ان من وصف امرأ الی قولہ ولم تزد علیہا)

ف: اہلِ طریق نے اس کی بہت تاکید کی ہے کہ کسی کی تعریف میں مبالغہ نہ کرنا چاہئے۔

(۲۱) حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب انسان کو کسی بزرگ کے پاس جانے کی حاجت ہو تو کسی رہنما کو آگے کرے اگر مل سکے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ورقہ کے پاس تنہا نہیں تشریف لے گئے بلکہ حضرت خدیجہ کو ساتھ لیا جن کی ورقہ سے قرابت تھی (الوجه الحادی والخمسون فيه دليل علی ان المرأ اذا عرضت له حاجة الی قوله التي هي من قرابة ورقة)

ف: اس میں حکمت یہ ہے کہ رہنما کے ذریعہ سے گفتگو میں سہولت ہوگی اور کوئی بات خلاف مزاج پیش نہ آئے گی۔

بزرگوں کے سامنے چھوٹوں کو احتیاط سے گفتگو کرنی چاہئے

(۲۲) حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بزرگوں کے سامنے چھوٹوں کو احتیاط کے ساتھ گفتگو کرنا اور سب کے درجہ اور رتبہ کا حق ادا کرنا چاہئے چنانچہ حضرت خدیجہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درجہ کا لحاظ کر کے ورقہ سے یوں کہا کہ اپنے بھتیجے کا قصہ تو سنو! اس میں آپ کے منصب کو محفوظ رکھا گیا کیونکہ عرب کا (عام) قاعدہ یہ ہے کہ بڑے کو باپ اور برابر والے کو بھائی اور چھوٹے کو بیٹا کہا کرتے ہیں مگر (حضرت خدیجہ نے اس قاعدہ کو چھوڑ کر) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے بھتیجے کا لفظ اختیار کیا کیونکہ اس میں آپ کی زیادہ عزت تھی، اگر وہ (عام قاعدہ کے موافق) یوں کہتیں کہ اپنے بیٹے کی بات سنو! تو ورقہ کا درجہ آپ کے درجہ سے بہت بڑھ جاتا کیونکہ بیٹے کا درجہ باپ کے درجہ سے بہت کم ہے اور اگر یوں کہتیں کہ اپنے بھائی کی بات سنو! تو یہ بھی ٹھیک نہ ہوتا کیونکہ محاورۂ عرب میں بھائی کا لفظ برابر والے کیلئے بولا جاتا ہے (اور ورقہ عمر میں حضور سے زیادہ تھے) تو (دیکھو) حضرت خدیجہ نے کلام میں (کیسی) احتیاط کی اور ہر ایک کے درجہ کا حق (کس خوبی سے) ادا کیا کیونکہ خطاب کے موقع پر اہلِ عرب کی عادت یہ ہے کہ معزز کم عمر کو بھتیجا کہہ کر پکارتے ہیں (اس میں اس کی عزت کا بھی لحاظ ہوتا ہے اور کم عمری کا بھی) کیونکہ چچا کا حق بھتیجے پر اتنا نہیں ہوتا جتنا باپ کا بیٹے پر ہوتا ہے (الوجه الثانی والخمسون فيه دليل علی ان من كان صغيرا بين اهل الفضل الی قوله لان العم ليس له حق علی ابن اخيه مثل ابنه)

ف: صوفیہ کو بھی گفتگو میں احتیاط کا بہت اہتمام ہے اس سے اہلِ ظاہر کو سبق لینا چاہئے۔

مرسلہ: محمد صدیق عفا اللہ عنہ

ملفوظات حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ

از جمیل الکلام بقلم فقیہ الامۃ حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی قدس سرہ

☆ غالباً کسی ہدیہ کی واپسی کے متعلق فرمایا کہ ہر چیز کے قواعد ہیں، نماز کے، روزے کے، حج کے، زکوۃ کے تو کیا ہدیہ کا کوئی قاعدہ ہی نہیں، اس کے قواعد بھی حدیثوں سے معلوم ہوتے ہیں، غالباً ترمذی شریف میں ہے کہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک اونٹ پیش کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بدلے میں کئی اونٹ دیے مگر وہ راضی نہ ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ میں اس کے متعلق فرمایا ھممت ان لا اقبل ھدیۃ الا من قرشی او ثقفی او دوسی ان قبیلوں کے لوگوں کی طبیعتوں میں سخاوت تھی تو معلوم ہوا کہ بعض عوارض کی وجہ سے عدم قبول ہدیہ بھی سنت ہے اور یہ عوارض اجتہادی ہوتے ہیں یہ لینے والے کی رائے پر ہیں۔

☆ فرمایا خوشبو پیش کرنے کے متعلق حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر کوئی خوشبو پیش کرے تو لے لو اور اس کی یہ علت فرمائی فانہا طیب النکہۃ خفیف المحمل اس تعلیل سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شئے گراں معلوم ہوتی ہو تو واپس کردے۔

☆ فرمایا ایک فوجی آئے مگر موجی اور کچھ ہدیہ دینا چاہا جو قاعدہ کے خلاف تھا بہت سی مختلف چیزیں تھیں، میں نے نرمی کے ساتھ واپس کردیں، انہوں نے اصرار کیا تو میں نے کہا کوئی خدانخواستہ تم سے ضد نہیں ہے مگر میرے معمول کے خلاف ہے، کہنے لگے نہیں یہ تو آپ کو لینا ہی پڑے گا، میں نے کہا تو کیا میں اپنا قاعدہ بدل دوں بولے یہ تو لینا ہی پڑے گا میں بہت ہی آرزو کرکے لایا ہوں میں نے کہا دیکھئے اب مجھے غصہ آ چلا ہے، انہوں نے پھر وہی مرغی کی ایک ٹانگ گائی، میں نے پھر ان کو ایک ڈانٹ پلائی اپنا ہدیہ لے کر بھاگے اور مسجد میں جا کر پناہ لی، میں نے دل میں کہا کہ بے چارے کس خیال سے آئے ہوں گے مگر سب حساب غلط ہوگیا بقول شاعر ؎

چو می بینم کسے کز کوئے تو دلشاد می آید فریبے کز تو اول خوردہ بودم یاد می آید

لوگ اول اول تو خوش خوش آتے ہیں پھر ڈانٹ پڑ جاتی ہے تو ناراض ہو کر چلے جاتے ہیں یہ کیا ہے کبھی کچھ کبھی کچھ۔

☆فرمایا مولوی عبدالرب صاحب دہلوی واعظ تھے ظریف بھی تھے جب ان کے پاس کوئی نابینا آتا تو کہتے ہاں کہئے جو کچھ آپ کو کہنا ہے پہلے آپ کو فارغ کردوں آپ سے بہت ڈر لگتا ہے کہ اللہ میاں کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خفا کرادیا تھا، پھر فرمایا کہ واعظ لوگ بھی ہر جگہ ظرافت سے کام لیتے ہیں۔

☆فرمایا اس میں اختلاف ہے کہ محبت میں ادب بڑھتا ہے یا گھٹتا ہے ایک قول تو یہ ہے کہ جب محبت قوی ہوتی ہے تو ادب بڑھ جاتا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ جب محبت قوی ہوجاتی ہے تو ادب گھٹ جاتا ہے، بظاہر دونوں قول متعارض ہیں مگر میرے ذوق میں ان میں یہ تطبیق ہے کہ اگر محبت مغلوب اور معرفت غالب ہوتی ہے تو ادب بڑھ جاتا ہے اور اگر محبت غالب اور معرفت مغلوب ہوتی ہے تو ادب گھٹ جاتا ہے۔

☆فرمایا حضرت حاجی صاحب کے ایک خادم کو بین النوم و الیقظہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زیارت ہوئی فرمایا اپنے پیر سے ہمارا سلام کہہ دینا وہ ہماری اولاد ہیں اور ہماری طرف سے ان کے سر پر ہاتھ پھیرنا، جب حاضر ہوئے تو خواب سنایا حضرت سر جھکا کر بیٹھ گئے، انہوں نے کہا مجھے تو شرم آتی ہے، فرمایا یہ تمہارا ہاتھ تھوڑا ہی ہے یہ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ ہے۔

☆فرمایا ایک شخص نے یہ حدیث سنی ان اللّٰہ یستحی من ذی الشیبۃ المسلم وہ بے چارہ اپنے کو عمل سے خالی سمجھتا تھا اس حدیث سے امید ہوئی کہ شاید بوڑھا ہو کر مروں اور حق جل وعلا شانہ بڑھاپے کی وجہ سے بخش دیں، اتفاق سے ان کا جوانی ہی میں انتقال ہوگیا مرنے کے وقت اپنے ایک خاص دوست کو وصیت کی کہ جب میرا انتقال ہوجائے تو ذرا سا آٹا لے کر میری ڈاڑھی اور سر پر چھڑک دینا، اس نے کہا میاں یہ کیا تمسخر کرتے ہو، اس نے کہا تم کو کیا یہ میری وصیت ہے تم کر دینا کیسے دوست ہو ذرا سا کام بھی نہیں ہوتا، اس نے کہا اچھا، جب انتقال ہوگیا وصیت پوری کردی گئی، کسی کو خواب میں مکشوف ہوا اس نے پوچھا کیا حال ہے اس نے جواب دیا کہ مجھ سے یہ بھی سوال کیا کہ آٹا کیوں چھڑکا؟ میں نے عرض کیا کہ ذی الشیبۃ تو نہ تھا مگر ذی الشیبۃ سے مشابہت پیدا کرنے کیلئے ایسا کیا، ارشاد ہوا جاؤ بخش دیا۔ وہاں تو چھوٹی چھوٹی بات پر بھی فضل ہوجاتا ہے اور گرفت اور قہر چھوٹی بات پر نہیں ہوتا سبقت رحمتی علی غضبی مگر یہ جہل ہے اس کا جو بڑی بات کو چھوٹی سمجھے البتہ مقربین پر چھوٹی بات پر بھی مواخذ ہوتا ہے مگر وہ بھی چھوٹی بات نہیں ہوتی ان کے اعتبار سے وہ بڑی ہی ہے اس لئے وہ کلیہ محفوظ رہا، اس پر فرمایا حضرت بایزید بسطامی رحمہ اللہ کو کسی نے خواب میں دیکھا پوچھا آپ کے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ فرمایا مجھ سے سوال ہوا کہ تم دنیا سے کیا لائے عرض کیا کچھ نہیں صرف توحید فرمایا اما تذکر لیلۃ اللبن یہ توحید تھی کہ غیر کو مؤثر کہا، عرض کیا حضور کچھ بھی نہیں لایا سوائے امید رحمت کے، اس پر مغفرت ہوگئی۔

حضرت مفتی سید عبدالکریم گمتھلوی رحمہ اللہ

ماہ رمضان المبارک کے فضائل و احکام

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شعبان کے آخری روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں فرمایا (غالباً اخیر تاریخ کو جمعہ واقع ہوا ہوگا یا جمعہ نہ ہوگا تو ویسے ہی وعظ فرمایا ہوگا) اے لوگو! تحقیق سایہ ڈالا تم پر ایک بڑے مہینے نے برکت والے مہینے نے، وہ ایسا مہینہ ہے کہ اس میں ایک رات ایسی (آتی) ہے جو کہ ہزار مہینے سے بڑھ کر ہے (یعنی لیلۃ القدر) اللہ تعالیٰ نے اس (ماہ) کے روزے فرض کئے اور رات کا قیام تطوع قرار دیا (تطوع کا لفظ کبھی سنت مؤکدہ پر بھی بولا جاتا ہے چنانچہ یہاں سنت مؤکدہ ہی مراد ہے کیونکہ تراویح کا سنت مؤکدہ ہونا ثابت ہے جیسا کہ تراویح کے بیان میں آئے گا) جس نے اس (ماہ) میں کوئی نیک خصلت (از قبیل نوافل) ادا کی وہ اس کے مانند ہوتا ہے جس نے رمضان کے سوا (کسی دوسرے ماہ) میں فرض ادا کیا ہو اور جس نے اس ماہ میں فرض ادا کیا وہ ایسا ہوتا ہے جیسا کہ اور دنوں میں ستر فرض ادا کئے ہوں اور وہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر ایسی چیز ہے کہ اس کا بدلہ جنت ہے اور غمخواری کا مہینہ ہے (کہ اس میں فقراء کی زیادہ غمخواری کی جاتی ہے) اور ایسا مہینہ ہے کہ اس میں مومن کا رزق زیادہ کیا جاتا ہے جس میں اس نے روزہ دار کو افطار کرایا اس کو گناہوں سے بخشش اور دوزخ کی آگ سے نجات حاصل ہوتی ہے اور اس کو روزہ دار کے برابر ثواب ملتا ہے، بدوں اس کے کہ روزہ دار کے ثواب میں کوئی کمی کی جاوے۔

ہم نے عرض کیا اے رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں ہر شخص ایسا نہیں جو روزہ دار کو افطار کرانے کی مقدور رکھتا ہو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ ثواب تو اللہ تعالیٰ اس کو عطا فرماتا ہے جو کہ روزہ دار کو دودھ کی ایک گھونٹ یا ایک کھجور یا ایک پانی کا گھونٹ (وغیرہ) سے افطار کرادے اور جو شخص روزہ دار کو پیٹ بھر کھانا کھلاوے اس کو اللہ تعالیٰ میرے حوض (یعنی حوض کوثر) سے سیراب کرے گا کہ پھر اس کو جنت میں داخل ہونے تک پیاس ہی نہ لگے گی (اور یہ معلوم ہی ہے کہ جنت میں پیاس نہیں وانك لا تظمـأ فيها) پس پیاس سے ہمیشہ کیلئے بے فکری ہو جاتی ہے، حق تعالیٰ ہم سب کو یہ دولت لازوال نصیب فرماوے، آمین ثم آمین۔

اور وہ ایسا مہینہ ہے کہ اس کا اول (حصہ) یعنی عشرۂ اولیٰ رحمت ہے اور درمیان اس کا مغفرت ہے اور اخیر حصہ اس کا آگ سے آزادی ہے اور جس نے اپنے باندی غلام سے بوجھ ہلکا کیا اس ماہ میں اس کو اللہ تعالیٰ بخش دیتا ہے اور (دوزخ کی) آگ سے آزاد کر دیتا ہے۔ (بیہقی)

اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تمہارے پاس رمضان آ گیا ہے، مبارک مہینہ، اللہ تعالیٰ نے اس کے روزے تم پر فرض کئے ہیں، اس میں آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور سرکش شیطانوں کو طوق پہنائے جاتے ہیں، اللہ کی (بنائی ہوئی) اس میں ایک رات ہے جو ہزار ماہ سے بہتر ہے جو شخص اس رات کی خیر (و برکت) سے محروم رہا وہ بالکل ہی محروم رہا۔

ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (جب کہ رمضان شروع ہو چکا تھا) بے شک یہ مہینہ آیا تمہارے پاس اور اس میں ایک رات ہے جو ہزار ماہ سے بہتر ہے جو اس سے محروم رہا پس وہ سب بھلائیوں سے محروم رہا اور نہیں محروم ہوتا اس سے کوئی مگر ہر بے نصیب (ابن ماجہ) ۱۲۔ ارشاد فرمایا حق تعالیٰ شانہ نے اے مومنو! فرض کئے گئے تم پر روزے جیسا کہ فرض کئے گئے تھے تم سے پہلے لوگوں پر تا کہ تم بچو (گناہوں سے اور دوزخ کی آگ سے)

روزے کے فضائل و آداب

ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ماہ رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو قید کر دیے جاتے ہیں، شیطان اور سرکش جنات اور دوزخ کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں، پس نہیں کھولا جاتا ان میں سے کوئی دروازہ (پورے مہینہ تک) اور جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، پس ان میں سے کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا اور پکارتا ہے پکارنے والا، اے خیر کے طلبگار آگے بڑھ اور اے برائی کا ارادہ کرنے والے رک جا اور خدا کے ہاں بہت سے لوگ (برکت ماہ رمضان) دوزخ سے آزاد کئے ہوئے ہیں اور یہ (ندا اور پکار) ہر رات ہوتی ہے (ترمذی وابن ماجہ واحمد)

اور ارشاد فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بنی آدم کا ہر عمل بڑھایا جاتا ہے (اس طرح کہ) ایک نیکی دس گنا ہوتی ہے سات سو گنا تک، فرمایا اللہ تعالیٰ نے مگر روزہ کہ وہ میرے لئے ہے اور میں خود اس کی جزا دوں گا چھوڑتا ہے (روزہ دار) اپنی خواہش کو اور اپنے کھانے (پینے) کو میری وجہ سے روزہ دار کے واسطے دو خوشیاں ہیں، ایک خوشی افطار کے وقت ہوتی ہے اور ایک خوشی اپنے رب سے ملنے کے وقت ہوگی اور بالضرور روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک سے زیادہ اچھی ہے (اس سے یہ خیال نہ کیا جائے کہ پھر مسواک کرنا اچھا نہ ہوگا کیونکہ مسواک کے بعد بھی وہ بو جو خلو معدہ کے باعث آتی ہے زائل نہیں ہوتی مسواک سے تو فقط دانتوں کی بدبو دور ہو جاتی ہے) اور روزہ ڈھال ہے (دوزخ سے) اور جب تم میں سے کسی کے روزے کا دن ہو تو اس کو چاہئے کہ نہ فحش بات کہے اور نہ بے ہودہ چلائے، پس اگر کوئی اس کو برا کہے یا اس سے کوئی جھگڑا کرنے لگے تو کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں (متفق علیہ) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد

فرمایا ہے کہ جس شخص نے (روزہ رکھ کر بھی) بیجا بات کہنا اور اس پر عمل کرنا نہیں چھوڑا، اللہ تعالیٰ کو اس کے کھانے اور پینے کو چھوڑنے کی حاجت نہیں ہے (یعنی اس روزہ کو قبول نہیں کرتا) (بخاری)

نیز ارشاد فرمایا کہ سحری کھایا کرو کیونکہ سحری میں برکت ہے (متفق علیہ) اور نیز ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی افطار کرے تو اس کو چاہئے کہ کھجور سے افطار کرے کیونکہ وہ برکت (کا سبب) ہے، پس اگر کسی شخص کو کھجور نہ ملے تو اس کو چاہئے کہ پانی پر افطار کرے کیونکہ وہ پاک کرنے والا ہے (ترمذی)

افطار کے وقت کی دعا

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب افطار فرماتے تو یہ دعا پڑھتے: اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ یعنی اے اللہ! میں نے تیرے لئے روزہ رکھا اور تیرے رزق پر افطار کیا۔

اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے: ذَهَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى یعنی پیاس گئی اور رگیں تر ہوئیں اور اجر ثابت ہو گیا اگر خدا نے چاہا (ابوداؤد)

تراویح اور تلاوت قرآن شریف

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے رمضان کا روزہ فرض کیا ہے اور میں نے اس (کی راتوں) کا جاگنا (یعنی تراویح پڑھنا) مسنون کیا ہے، پس جس شخص نے صرف ایمان اور طلب ثواب کی وجہ سے اس کے روزے رکھے اور اس (کی راتوں) میں (تراویح کے واسطے) قیام کیا وہ گناہوں سے ایسا نکل جاتا ہے جیسا کہ اس دن تھا جس دن اس کو اس کی ماں نے جنا تھا (عین ترغیب عن النسائی) اور نیز ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے رمضان کے روزے رکھے ایمان اور طلب ثواب کی وجہ سے بخش دیے گئے اس کے گذشتہ گناہ اور جس نے رمضان میں قیام کیا (یعنی تراویح پڑھی) ایمان اور طلب ثواب کی وجہ سے اس کے (بھی) گذشتہ گناہ بخش دیے گئے اور جس شخص نے ایمان اور طلب ثواب کی وجہ سے لیلۃ القدر کو شب بیداری کی اس کے (بھی) گذشتہ گناہ بخش دیے گئے (متفق علیہ)

اور ارشاد فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ روزہ اور قرآن بندے کی شفاعت کریں گے، روزہ کہے گا اے میرے رب! میں نے اس کو کھانے سے اور خواہشوں سے دن بھر روکا پس اس کیلئے میری شفاعت قبول فرما اور قرآن شریف کہے گا میں نے اس کو رات میں سونے سے روکا پس اس کے بارے میں میری شفاعت قبول فرما، پس دونوں کی شفاعت قبول ہو جائے گی (بیہقی)

اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بہت روزہ دار ایسے ہیں کہ ان کو روزے سے پیاس کے سوا

کچھ حاصل نہیں اور بہت شب بیدار ایسے ہیں کہ ان کو بے خوابی کے سوا کچھ حاصل نہیں (دارمی) جو لوگ روزہ کے اور شب بیداری کے حقوق ادا نہیں کرتے اس حدیث شریف سے ان کو سبق حاصل کرنا چاہئے۔

اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کوئی نمازی نہیں مگر ایک فرشتہ اس کے دائیں ہے اور ایک بائیں ہے پس اگر وہ شخص نماز کو پورا کردیتا ہے تو وہ دونوں اس کو لے کر (آسمان پر) چڑھ جاتے ہیں اور اگر اس کو پورا نہ کیا تو اس نماز کو اس کے منہ پر مارتے ہیں (روزہ وغیرہ کا بھی اسی طرح حال ہوتا ہوگا) (ترغیب عن الاصبہانی)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قول خداوندی و رتل القران ترتیلا کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو خوب صاف صاف پڑھ اور کھجوروں کی طرح اس کو منتشر نہ کرو اور نہ شعر کی طرح جلدی پڑھو، اس کے عجائب میں ٹھہر کر غور کرو اور اس کے ساتھ دلوں کو متاثر کرو اور تم میں سے کوئی شخص (بلا سوچے سمجھے) آخر سورت (تک پہنچنے) کا ارادہ نہ کرے (الدر المنثور عن العسکری فی المواعظ عن علی رضی اللہ عنہ)

اور حق تعالیٰ شانہ نے ارشاد فرمایا ہے (اے کپڑوں میں لپٹنے والے نبی) رات کو کھڑے رہا کرو مگر تھوڑی سی رات یعنی آدھی رات یا اس سے کچھ کم کردیجئے یا کچھ زیادہ کردیجئے اور قرآن خوب صاف صاف پڑھا کرو (اس حدیث شریف اور آیت مبارک پر ان لوگوں کو خاص طور سے خیال کرنا چاہئے جو تراویح میں قرآن شریف بے حد تیزی سے پڑھنے کو فخر سمجھتے ہیں)۔

شب قدر اور اعتکاف

ارشاد فرمایا حق تعالیٰ شانہ نے اور نہ مباشرت کرو (یعنی بدن بھی نہ ملنے دو) عورتوں سے جس زمانہ میں کہ تم معتکف ہو مسجد میں (اعتکاف کرنا بھی سنت ہے) خاص کر عشرہ اخیرہ میں تو ہر بستی میں (خواہ وہ شہر ہو یا گاؤں) کم از کم ایک شخص کا اعتکاف میں بیٹھنا سنت مؤکدہ ہے، اگر بستی بھر میں کوئی بھی نہ بیٹھے تو سب کو ترک سنت کا گناہ ہوگا، جس طرح جنازہ کی نماز ان مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے جن کو اطلاع ہو اسی طرح ہر شہر اور گاؤں پر عشرہ اخیرہ کا اعتکاف سنت کفایہ ہے۔ نیز ارشاد فرمایا حق تعالیٰ شانہ نے کہ لیلۃ القدر بہتر ہے ہزار ماہ سے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے قیام کیا شب قدر میں ایمان اور طلب ثواب کی وجہ سے بخش دیے گئے اس کے گذشتہ گناہ (متفق علیہ) و نیز ارشاد فرمایا کہ رمضان میں ایک رات ہے جو ہزار ماہ سے بہتر ہے جو اس کی خیر سے محروم رہا وہ بالکل ہی محروم رہا (احمد و نسائی)

اور سعید بن المسیب نے فرمایا کہ جو شخص شب قدر کو عشا کی جماعت میں حاضر ہوگیا اس نے اس میں سے حصہ پالیا (اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث شریف میں محروم ہونے والے سے وہ مراد ہے جو

اس روز جماعت میں بھی شامل نہ ہوا ہو) اس سے بڑھ کر کیا آسانی ہوگی (مؤطا امام مالک)

اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب شب قدر ہوتی ہے تو جبرائیل علیہ السلام فرشتوں کی ایک جماعت سمیت نازل ہوتے ہیں اور ہر اس شخص کیلئے دعا کرتے ہیں جو کھڑے یا بیٹھے اللہ کا ذکر کر رہا ہو اور امام مالکؒ نے کسی معتبر عالم سے روایت کی ہے کہ وہ یوں فرماتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے لوگوں کی عمریں یا ان میں سے جتنی خدا نے چاہا دکھلائی گئیں، پس گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو اتنے اعمال سے قاصر خیال فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے ایک رات یعنی لیلۃ القدر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمادی جو ہزار مہینے سے بہتر ہے (ترغیب عن المؤطا)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا معتکف کے بارے میں کہ وہ گناہوں سے بچتا ہے اور اس کیلئے نیک عمل (یعنی جن سے اعتکاف مانع ہو مثل عیادت وغیرہ) جاری کئے جاتے ہیں جیسا کہ ان اعمال کے کرنے والے کو ثواب ملتا ہے (ایسا ہی معتکف کو بھی ملتا ہے) اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے رمضان میں دس روز کا اعتکاف کیا وہ اعتکاف دو حج اور دو عمرے کے مانند ہے (ترغیب عن البیہقی)

اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تلاش کرو تم شب قدر کو اخیر عشرہ میں رمضان کے (بخاری)

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارک تھی کہ جب عشرۂ اخیرہ داخل ہوتا تو کمر مضبوط باندھ لیتے (یعنی عبادت کا بہت زیادہ اہتمام کرتے) اور شب بیداری کرتے اور اپنے گھر والوں (یعنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اور صاحبزادیوں کو جگاتے) (متفق علیہ) اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر مجھے (کسی طرح)[1] شب قدر معلوم ہو جائے کہ فلاں رات میں ہے تو میں اس میں کیا کہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ کہو، یعنی اے اللہ! تو معاف کرنے والا ہے معاف کرنے کو پسند رکھتا ہے پس میرے گناہ معاف فرمادے (احمد و ابن ماجہ و ترمذی)

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا لیلۃ القدر کے بارے میں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ ہر رمضان میں ہوتی ہے (ابوداؤد) اور حق تعالیٰ شانہ نے ارشاد فرمایا ہے قسم ہے فجر کی اور دس راتوں کی اور جفت کی اور طاق کی اور رات کی جب وہ چلے۔

فائدہ: یہاں دس راتوں سے مراد عشرۂ اخیرہ کی دس راتیں ہیں (کما فسرہ ابن عباس کذا فی الدر المنثور) (پس ان کی قسم کھانے سے بڑی فضیلت معلوم ہوئی)

---

(۱) یعنی کسی نشانی سے یا کشف وغیرہ سے معلوم ہو جاوے ۱۲

مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی قدس سرہ

عید الفطر اور صدقۃ الفطر

جاننا چاہئے کہ اسلام نے سال بھر میں عید کے صرف دو دن مقرر کئے ہیں، ایک عید الفطر کا دن اور دوسرا عید الاضحیٰ کا، اور ان دونوں عیدوں کو ایسی اجتماعی عبادات کا صلہ قرار دیا ہے جو ہر سال انجام پاتی ہیں اس لئے ان عبادات کے بعد ہر سال یہ عید کے دن بھی آتے رہتے ہیں۔

عید الفطر تو رمضان المبارک کی عبادات فاضلہ صوم وصلوٰۃ وغیرہ کی انجام دہی کیلئے توفیق الٰہی کے عطا ہونے پر اظہار تشکر ومسرت کے طور پر منائی جاتی ہے اور عید الاضحیٰ اس وقت منائی جاتی ہے جبکہ مسلمانان عالم اسلام کی ایک عظیم الشان اجتماعی عبادت یعنی حج کی تکمیل کر رہے ہوتے ہیں اور ظاہر ہے کہ عبادات کے اختتام اور انجام پانے کی خوشی کوئی دنیوی خوشی نہیں ہے جس کا اظہار دنیاوی رسم ورواج کے مطابق کرلیا جاتا ہے یہ ایک دینی خوشی ہے اور اس کے اظہار کا طریقہ بھی دینی ہی ہونا چاہئے اس لئے ان دونوں عیدوں میں اظہار مسرت اور خوشی منانے کا اسلامی طریقہ یہ قرار پایا کہ اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ شکر بجالایا جائے اور بطور شکر کے عید الفطر کے دن صدقۃ فطرادا کیا جائے اور عید الاضحیٰ میں بارگاہ خداوندی میں قربانی پیش کی جائے اور اپنے خالق کی کبریائی اور عظمت وتوحید کے گیت گاتے ہوئے عید گاہ میں جمع ہوکر اجتماعی طور پر سجدہ ریز ہوا جائے اور اس طرح اپنے مالک کی توفیق وعنایات کا شکرادا کیا جائے۔

اس اسلامی طریقہ پر عید منانے کا طبعی اثر یہ ہونا چاہیے کہ مسلمان اپنی مسرت وخوشی کے اظہار میں بے لگام ہوکر نفسانی خواہشات کے تابع پڑنے سے باز رہے اور دوسری قوموں کی طرح اس دن میں عیش ونشاط کی محفلیں آراستہ کرنے اور لذت وسرور میں بدمست ہوکر خدافراموشی سے پرہیز واجتناب کرے۔

مقصد یہ ہے کہ عید کا دن مسلمانوں کیلئے ہنود ویہود اور عیسائیوں وغیرہ اقوام عالم کے قومی تہواروں کی طرح کا کوئی تہوار نہیں ہے اور نہ ایک دفعہ پیش آنے والے کسی تاریخی واقعہ کی یادگار کے طور پر ہر سال یہ دن منایا جاتا ہے جیسا کہ عموماً دوسری قوموں کے تہوار ایسے ہی واقعات تاریخیہ کی یادگار ہوتے ہیں بلکہ یہ دن مسلمانوں کی عبادت کا ہے اور اس کو منانے کیلئے خاص شان وصفت کی عبادت نماز کو مقرر کیا گیا ہے یہاں تک کہ جو مسلمان اس دن میں عمدہ لباس پہنتا اور ظاہری زیبائش وآرائش کرتا ہے اس کا مقصد اپنے دوسرے مسلمان بھائیوں کے ساتھ عید گاہ میں پہنچ کر شکرانہ کے طور پر عبادت کا ادا کرنا ہی ہوتا ہے اور اس کی اس

ساری زینت و آرائش کی غرض بھی ایک عبادت کی تکمیل اور اس کو عمدہ طریقہ پر ادا کرنا ہی ہوتا ہے۔

افسوس کہ ہم دوسری قوموں کی نقالی میں آکر رفتہ رفتہ عید کے اس اسلامی تصور اور اس کے حقیقی مقصد کو فراموش کرتے جارہے ہیں اور دوسروں کی دیکھا دیکھی ہم نے بھی عید کو ایک قومی تہوار اور محض کھیل تماشا اور تھیٹر، سینما بینی کا دن سمجھ لیا ہے اس لئے ہم بھی اس کو اپنی مرضی اور خواہشات کے مطابق منانے لگے ہیں یہاں تک کہ بعض جگہ لوگ تو عبادت کیلئے عیدگاہ میں جاتے ہوئے اور واپسی میں ڈھول وغیرہ لے جاتے ہیں اور اس کو اظہار خوشی کا جائز طریقہ سمجھا جاتا ہے حالانکہ یہ طریقہ بالکل غیر اسلامی اور روح عبادت کے خلاف ہے۔

دوسری قوموں کے تہواروں اور رسومات میں تو ایسے طریقے ہوتے ہیں مگر جس اسلامی عید کے منانے کا حکم سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے اس عید میں کھیل تماشا اور ڈھول تماشہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے بلکہ فکر سے کام لیا جائے تو عید کے اس اسلامی جشن مسرت میں تو قدم قدم پر احساس دلایا جاتا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اور اس کی مرضی کے خلاف کوئی کام کرنے کا ہم کو کوئی اختیار نہیں ہے۔

عید کے دن سنت کے مطابق غسل کرنا، عمدہ لباس پہننا اور عیدگاہ کے راستہ میں اللہ تعالیٰ کی کبریائی اور بڑائی کا اعلان اللّٰہ اکبر الخ کے ذریعے کرتے جانا اور پھر دوگانہ نماز میں عام نمازوں سے چھ مرتبہ زیادہ اللہ اکبر سے اللہ کی بڑائی کا اقرار کرنا اظہار خوشی کے اس اسلامی طریقہ پر عمل کرنے کے بعد کیا کسی ہوشمند انسان کیلئے یہ بات رہ جاتی ہے کہ وہ عیش و نشاط اور کھیل تماشہ کی مجلسوں میں شریک ہو اور خدا فراموشی کا مظاہرہ کرے۔

غرضیکہ شریعت اسلامیہ نے ان دونوں عیدوں کو عبادت کے طور پر مقرر فرمایا ہے اور ان میں اظہار خوشی کا طریقہ بھی عبادت کی صورت میں ہی مقرر کیا گیا ہے اس لئے مسلمانوں کو عیدین کے متعلق ان کے خاص خاص احکامات و ہدایات کے معلوم کرنے کی ضرورت ہے۔

زیر نظر مضمون میں فقہ کی معتبر کتابوں سے عیدین کے ضروری احکام کو اسی غرض سے پیش کیا جارہا ہے تاکہ ان دونوں عیدوں کے منانے کا اسلامی طریقہ معلوم کر کے مسلمان اس پر عمل پیرا ہوں اور ثواب آخرت کے مستحق قرار پائیں اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عنایت فرماویں۔

وفقط

عیدین کے احکام

(۱) دونوں عیدوں کی شب میں زیادہ عبادت کرنا مستحب ہے اور دونوں عیدوں کے دن میں روزہ رکھنا حرام ہے۔

(۲) دونوں عیدوں کے دن نماز کی دو رکعتوں کا بطور شکریہ کے ادا کرنا واجب ہے۔

(۳) اگر عید جمعہ کے دن ہو تو جمعہ اور عید دونوں کی نمازیں پڑھی جائیں گی۔

(۴) جمعہ کی نماز کے صحیح اور واجب ہونے کیلئے جو شرطیں فقہ حنفی کی کتابوں میں لکھی ہیں وہی سب شرطیں دونوں عیدوں کی نماز کیلئے بھی ضروری ہیں البتہ نماز جمعہ سے پہلے تو خطبہ کا پڑھنا فرض اور شرط ہے اور عید کی نماز کے بعد خطبہ سنت ہے لیکن سننا اس خطبہ کا بھی جمعہ کے خطبہ کی طرح ہی واجب ہے خطبہ کے وقت کلام وغیرہ سب حرام ہے (درمختار)

ف: خطبہ میں خاموش بیٹھے رہنا واجب ہے جو لوگ شور وغل مچاتے ہیں وہ گناہگار ہوتے ہیں اسی طرح جو لوگ خطبہ چھوڑ کر چل دیتے ہیں وہ بھی برا کرتے ہیں اور بعض بیٹھنے والے بھی صف کا خیال نہیں رکھتے حالانکہ صف باندھے رہنا چاہئے (افادۃ العوام، ترجمہ خطبات الاحکام)

(۵) جمعہ کی نماز کی طرح عید کی نماز کے صحیح ہونے کیلئے بھی شہر وقصبہ یا ایسے بڑے گاؤں کا ہونا شرط ہے، جس میں کثرت سے دکانیں ہوں اور اس کی آبادی قصبہ کے برابر ہو (درمختار وشامی) مثلاً اس کی آبادی چھوٹے بڑے مرد وعورت سب کا شمار تین ہزار نفوس تک پہنچ جاتا ہے (بہشتی گوہر)

ف: جو گاؤں اتنا بڑا نہ ہو کہ اس میں جمعہ یا عید کی نماز درست نہیں تو اس لئے اس میں نماز ظہر ادا کرنا لازم ہے اور چونکہ ایسے گاؤں میں یہ نفلی نماز ہوگی اور نفلی نماز کا اہتمام کے ساتھ با جماعت ادا کرنا مکروہ تحریمی ہے اور دن کی نماز میں بلند آواز سے قراءت کا کرنا بھی مکروہ تحریمی ہے اس وجہ سے ایسے گاؤں میں جمعہ یا عید کی نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے (درمختار)

عید کی سنتیں

عید کے دن تیرہ چیزیں سنت ہیں:

(۱) شرع کے موافق اپنی آرائش کرنا (۲) غسل کرنا (۳) مسواک کرنا (۴) حسب طاقت عمدہ کپڑے پہننا (۵) خوشبو لگانا (۶) صبح کو بہت جلد اٹھنا (۷) عیدگاہ میں بہت جلد جانا (۸) عیدالفطر میں صبح

صادق کے بعد عیدگاہ میں جانے سے پہلے کوئی میٹھی چیز کھانا اور عیدالاضحیٰ میں نمازِ عید کے بعد اپنی قربانی کے گوشت میں سے کھانا مستحب ہے (۹) عیدالفطر میں عیدگاہ جانے سے پہلے صدقۂ فطر ادا کرنا (۱۰) عید کی نماز عیدگاہ میں پڑھنا بغیر عذر شہر کی مسجد میں نہ پڑھنا (۱۱) ایک راستہ سے عیدگاہ میں جانا اور دوسرے راستہ سے واپس آنا (۱۲) عیدگاہ جاتے ہوئے راستہ میں اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ عیدالفطر میں آہستہ آہستہ کہتے ہوئے جانا اور عیدالاضحیٰ میں بلند آواز سے کہنا (۱۳) سواری کے بغیر پیدل عیدگاہ میں جانا (نورالایضاح)

ف ۱: مستحب یہ ہے کہ وہ میٹھی چیز چھوہارے ہوں اور ان کا عدد طاق ہو۔

ف ۲: عام طور پر عیدالفطر کی صبح کو بھی سحری کے وقت صبح صادق کے بعد کھائے (مراقی الفلاح)

ف ۳: نمازِ عیدالاضحیٰ سے پہلے نہ کھانا سب کیلئے مستحب ہے خواہ قربانی کرے یا نہ کرے اور اگر نماز سے پہلے کھالیا تو بھی کچھ گناہ نہیں (درمختار)

تنبیہ: اس کو روزہ سمجھنا غلط ہے جیسا کہ اکثر عوام میں مشہور ہوگیا ہے۔

عیدین کی نماز کے احکام

(۱) عیدین کی نماز کا وقت بقدر ایک نیزہ آفتاب بلند ہونے کے بعد (جس کا اندازہ پندرہ منٹ ہے) اشراق کے نماز کے وقت کے ساتھ ہی شروع ہوجاتا ہے اور زوال یعنی سورج کے ڈھلنے تک رہتا ہے (درمختار) مگر عیدالفطر کی نماز دیر کرکے پڑھنا تاکہ نماز سے پہلے صدقۂ فطر ادا کیا جاسکے اور عیدالاضحیٰ کو جلدی پڑھنا تاکہ نماز کے بعد قربانی جلدی ہوسکے مستحب ہے (شامی)

(۲) نمازِ عید سے پہلے اس روز کوئی نفلی نماز پڑھنا عیدگاہ میں بھی اور دوسری جگہ بھی مکروہ ہے اور نمازِ عید کے بعد صرف عیدگاہ میں نفل پڑھنا مکروہ ہے نمازِ عید کے بعد دوسری جگہ نفل نماز پڑھی جاسکتی ہے یہ حکم عورتوں اور ان لوگوں کیلئے بھی ہے جو کسی وجہ سے نمازِ عید نہ پڑھ سکیں (شامی)

(۳) شہر کی مسجد میں اگر گنجائش ہو تب بھی باہر عیدگاہ میں نمازِ عید ادا کرنا افضل ہے اور ایک شہر کے کئی مقامات پر بھی نمازِ عید کا پڑھنا جائز ہے (درمختار)

(۴) نمازِ عید سے پہلے نہ اذان کہی جاتی ہے نہ اقامت (درمختار)

نماز کا طریقہ

پہلے اس طرح نیت کرے کہ میں دو رکعت واجب نمازِ عید چھ واجب تکبیروں کے ساتھ پڑھتا

ہوں اور مقتدی امام کی اقتدا کی بھی نیت کرے نیت کے بعد تکبیر تحریمہ اللہ اکبر کہتے ہوئے دونوں ہاتھ کو کانوں تک اٹھا کر ناف کے نیچے باندھ لے اور سبحانک اللّٰھم آخر تک پڑھ کر تین مرتبہ اللہ اکبر کہے اور ہر مرتبہ تکبیر تحریمہ کی طرح دونوں ہاتھوں کو کانوں تک اٹھائے اور دو تکبیروں کے بعد ہاتھ چھوڑ دے اور تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ باندھ لے اور ہر تکبیر کے بعد اتنی دیر توقف کیا جائے کہ تین مرتبہ سبحان اللہ کہا جا سکے ہاتھ باندھنے کے بعد امام اعوذ باللہ، بسم اللہ پڑھ کر سورۃ فاتحہ اور کوئی سورۃ پڑھے اور مقتدی خاموش رہے پھر رکوع سجدہ کے بعد دوسری رکعت میں پہلے امام فاتحہ اور سورۃ پڑھے اس کے بعد رکوع سے پہلے تین مرتبہ پہلی رکعت کی طرح تکبریں کہی جائیں اور تیسری تکبیر کے بعد بھی ہاتھ نہ باندھے جائیں پھر ہاتھ اٹھائے بغیر چوتھی تکبیر کہہ کر رکوع کیا جائے مقتدی بھی امام کے ساتھ ہاتھ اٹھا اٹھا کر تکبیر کہے اور باقی نماز دوسری نمازوں کی طرح پوری کی جائے (مراقی الفلاح)

(۱) عید الاضحیٰ (بقرعید) کی نماز کے بعد بھی تکبیر تشریق کہنا بعض کے نزدیک واجب ہے اس لئے عید الاضحیٰ کی نماز کے بعد بھی یہ تکبیر کہی جائے (درمختار)

(۲) چونکہ عموماً ہر نماز کے بعد دعا مانگنا مسنون ہے اس لئے نماز عید کے بعد تو دعا مانگنا مسنون ہوگا مگر خطبہ کے بعد مسنون نہ ہوگا (امداد الفتاویٰ)

(۳) امام نماز کے بعد دو خطبے پڑھے خطبہ کو تکبیر سے شروع کرے پہلے خطبہ میں نو مرتبہ تکبیر کہے اور دوسرے خطبہ میں سات مرتبہ اور دونوں خطبوں کے درمیان میں خطبہ جمعہ کی طرح اتنی دیر تک بیٹھے جس میں تین مرتبہ سبحان اللہ کہا جا سکے عید الفطر کے خطبہ میں صدقۂ فطر کے احکام اور عید الاضحیٰ کے خطبہ میں قربانی اور تکبیر تشریق کے احکام بیان کئے جائیں بہتر یہ ہے کہ جو شخص نماز پڑھائے خطبہ بھی وہی پڑھے (درمختار)

(۴) اگر امام عید کی تکبیر کہنا بھول جائے اور رکوع میں اس کو خیال آئے تو اس کو چاہئے کہ وہ بغیر ہاتھ اٹھائے حالت رکوع میں ہی تکبیر کہہ لے قیام کی طرف نہ لوٹے اگر قیام کی طرف لوٹ آیا تب بھی نماز ہو جائے گی فاسد نہ ہوگی اور ہر حال میں بوجہ کثرت ازدھام سجدہ سہو نہ کرے (درمختار و شامی)

(۵) اگر کوئی شخص عید کی نماز میں ایسے وقت شریک ہوا کہ امام عید کی تکبیروں سے فارغ ہو گیا ہو تو اب اگر قیام میں شریک ہوا ہے تو نیت باندھنے کے فوراً بعد تکبریں کہہ لے اگر چہ امام قراءت شروع کر چکا ہو، اگر رکوع میں شریک ہوا تو اگر گمان غالب ہو کہ تکبیریں کہنے کے بعد امام کا رکوع مل جائے گا تو نیت باندھ کر پہلے تکبیریں کہہ لے اس کے بعد رکوع میں جائے، اور اگر رکوع نہ ملنے کا خوف ہو تو رکوع

میں امام کے ساتھ شریک ہوجائے اور حالت رکوع ہی میں بجائے تسبیح کے تکبیریں کہہ لے مگر اس حالت میں تکبیر کہتے ہوئے ہاتھ نہ اٹھائے، اور اگر تین مرتبہ تکبیریں کہنے سے پہلے ہی امام رکوع سے سر اٹھائے تو یہ مقتدی بھی کھڑا ہوجائے اور جس قدر تکبیریں رہ گئی ہوں وہ اس سے معاف ہیں (درمختار و شامی)

(۶) اگر کسی کی عید کی ایک رکعت رہ گئی ہو تو امام کے سلام کے بعد جب وہ اس کو ادا کرنے لگے تو پہلے قراءت کرے اس کے بعد یہ تکبیریں کہے اگر دونوں رکعتیں رہ گئی ہوں یعنی دوسری رکعت کے رکوع کے بعد کوئی شخص شریک ہوا تو امام کے سلام کے بعد وہ اسی طرح عید کی نماز ادا کرے جس طرح امام نے ادا کی ہے یعنی پہلی رکعت میں سبحانك اللھم کے بعد قراءت سے پہلے تکبیریں کہے اور دوسری رکعت میں قراءت کے بعد کہے (درمختار)

(۷) اگر کسی کو عید کی نماز نہ ملی ہو یعنی امام کے سلام کے بعد آیا ہے تو وہ شخص تنہا نماز عید نہیں پڑھ سکتا بلکہ جو شخص نماز عید میں شریک ہوگیا ہو اور پھر کسی وجہ سے اس کی نماز فاسد ہوگئی ہو اس پر بھی اس کی قضا واجب نہیں، ہاں اگر اس کے ساتھ کچھ اور آدمی بھی شریک ہوجائیں تو پھر پڑھنا واجب ہے (درمختار)

(۸) اگر کسی عذر سے پہلے دن نماز عید نہ پڑھی جاسکی ہو تو عیدالفطر کی نماز دوسرے دن کے زوال تک اور عیدالاضحیٰ کی بارہویں تاریخ کے زوال تک پڑھی جاسکتی ہے (درمختار)

(۹) عیدالاضحیٰ میں بغیر عذر بھی بارہویں تاریخ تک تاخیر کرنے سے نماز ہوجاتی ہے مگر مکروہ ہوتی ہے اور عیدالفطر میں عذر کے بغیر تاخیر کرنے سے بالکل نماز ہوتی ہی نہیں۔

عذر کی مثالیں

(۱) کسی وجہ سے امام نماز پڑھانے نہ آیا ہو اور اس کے بغیر نماز پڑھنے میں فتنہ کا اندیشہ ہو یا بارش ہورہی ہو یا چاند کی تاریخ کی تحقیق نہ ہوئی ہو اور زوال کے بعد جب نماز کا وقت جاتا رہا تو چاند کی تحقیق ہوئی ہو (درمختار و شامی)

(۲) امام نے نماز عید پڑھائی پھر بعد میں معلوم ہوا کہ بغیر وضو پڑھائی گئی اب اگر لوگوں کے متفرق ہونے سے پہلے معلوم ہوگیا تو امام وضو کرے اور لوگوں کو دوبارہ نماز پڑھائے اور اگر لوگ متفرق ہوچکے ہوں تو نماز کا اعادہ نہ کیا جائے وہی نماز جائز ہوگی (شامی ج اص ۸۴۳)

(۳) جس شخص کو عیدگاہ میں وضو کرنے سے نماز عید کے نہ ملنے کا خوف ہو تو وہ تیمم کرکے نماز میں شریک ہوجائے (درمختار)

(۴) عید الاضحیٰ کے دن منیٰ میں چونکہ مناسک حج میں مشغولیت ہوتی ہے اس لئے اہل منیٰ پر عید کی نماز واجب نہیں (شامی بحوالہ مبسوط)

صدقۂ فطر کے احکام

(۱) جو مسلمان اتنا مالدار ہو کہ اس پر زکوٰۃ واجب ہو یا اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے لیکن ضروری اسباب سے زائد اتنی قیمت کا مال واسباب ہے جتنی قیمت پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے یعنی ساڑھے باون تولے چاندی کی قیمت کا مال واسباب ہے تو اس پر عید الفطر کے دن صدقہ دینا واجب ہے چاہے وہ سوداگری کا مال ہو یا سوداگری کا نہ ہو اور چاہے اس پر سال گذر چکا ہو یا نہ گذرا ہو۔ اس صدقہ کو شریعت میں ''صدقۂ فطر'' کہتے ہیں (درمختار) البتہ اگر وہ قرضدار ہے تو قرضہ مجرا کر کے دیکھا جائے گا اگر اتنی قیمت کا اسباب بچ رہے جو اوپر مذکور ہے تب تو صدقۂ فطر واجب ہے ورنہ نہیں۔ جس طرح مالدار ہونے کی صورت میں مردوں پر صدقۂ فطر واجب ہے اسی طرح اگر عورت کے پاس کچھ مال اس کی ملکیت میں ہو جس کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کے برابر ہو مثلاً اس کے پاس زیور ہے جو اس کے والدین کی طرف سے اس کو دیا گیا ہے یا خاوند نے زیور دے کر اس کو مالک بنا دیا ہے تو عورت پر بھی اپنی طرف سے صدقۂ فطر واجب ہے۔

(۲) مگر عورت پر کسی اور کی طرف سے ادا کرنا واجب نہیں نہ بچوں کی طرف سے نہ ماں باپ کی طرف سے نہ شوہر کی طرف سے (درمختار و شامی)

(۳) البتہ مردوں پر جس طرح اپنی طرف سے صدقہ فطر دینا واجب ہے اسی طرح نابالغ اولاد کی طرف سے بھی صدقہ فطر دینا واجب ہے، اگر اولاد مالدار ہو تو پھر باپ کے ذمہ اپنے مال میں سے دینا واجب نہیں بلکہ اولاد کے مال میں سے ادا کرے اور بالغ اولاد کی طرف سے بھی دینا واجب نہیں البتہ اگر کوئی بالغ لڑکا لڑکی مجنون ہو تو اس کی طرف سے اس کا والد صدقہ ادا کرے (درمختار و شامی)

وقت وجوب صدقہ

عید کی صبح صادق کے وقت یہ صدقہ واجب ہوتا ہے تو اگر کوئی شخص فجر کا وقت آنے سے پہلے فوت ہو گیا ہو اس پر صدقہ فطر واجب نہیں اس کے مال میں سے نہ دیا جائے، اسی طرح جو بچہ صبح صادق کے بعد پیدا ہوا ہو اس کی طرف سے صدقہ فطر واجب نہیں ہے (درمختار) (ہاں جو بچہ صبح صادق سے پہلے پیدا ہوا اس کی طرف سے صدقہ فطر دینا واجب ہے) یہی حکم ہے اس شخص کا جو صبح صادق سے پہلے فقیر ہو گیا ہے کہ اس شخص پر صدقہ فطر واجب نہیں (شامی)

(۱)مستحب یہ ہے کہ عید کے دن نماز سے پہلے یہ صدقہ دیا جائے اور اگر عید کے دن نہ دیا جائے تو معاف نہیں ہوا اب کسی دن اس کی قضا کرنی لازمی ہے اور اگر اس کو رمضان المبارک میں ہی ادا کر دیا گیا تب بھی ادا ہو گیا۔

(۲) جس شخص نے کسی وجہ سے رمضان المبارک کے روزے نہیں رکھے اس پر بھی یہ صدقہ واجب ہے (عالمگیری)

صدقہ واجب کی مقدار

صدقۂ فطر میں اگر گیہوں یا گیہوں کا آٹا، ستو دیا جائے تو نصف صاع یعنی پونے دو سیر بلکہ احتیاطاً دو سیر دے دینا چاہئے، اور اگر گیہوں اور جو کے علاوہ کوئی اور غلہ دینا چاہے جیسے چنا، چاول تو اتنا دیوے کہ اس کی قیمت نصف صاع گندم یا ایک صاع جو کے برابر ہو جائے، اور اگر غلہ کی بجائے اس کی قیمت دی جائے تو سب سے افضل ہے (درمختار)

ایک آدمی کا صدقۂ فطر کئی فقیروں کو اور کئی آدمیوں کا صدقۂ فطر ایک فقیر کو دینا جائز ہے (درمختار)

صدقہ کے مستحق

(۱)صدقۂ فطر کے مستحق بھی وہی لوگ ہیں جو زکوۃ کے مستحق ہیں یعنی ایسے غریب لوگ جن کے پاس اتنا مال نہیں ہے جس پر صدقۂ فطر واجب ہوتا ہے۔

(۲)صدقہ دینے میں اپنے غریب رشتہ داروں اور دینی علم کے سیکھنے، سکھانے والوں کو مقدم رکھنا افضل ہے (درمختار)

(۳) جن لوگوں سے یہ پیدا ہوا ہے جیسے ماں باپ، دادا دادی، نانا نانی اور اس طرح جو اس کی اولاد ہے جیسے بیٹی بیٹا، پوتا پوتی، نواسا نواسی ان کو صدقۂ فطر نہیں دے سکتا، ایسے ہی بیوی اپنے شوہر کو اور شوہر اپنی بیوی کو بھی صدقۂ فطر نہیں دے سکتا (درمختار) ان رشتہ داروں کے علاوہ جیسے بھائی بہن، بھتیجا بھتیجی، بھانجا بھانجی، چچا چچی، پھوپھا پھوپھی، خالو خالہ، ماموں مامی، ساس خسر، سالہ بہنوئی، سوتیلی ماں، سوتیلا باپ سب کو صدقۂ فطر دینا درست ہے (شامی)

(۴) حضرت فاطمہؓ، حضرت علیؓ، حضرت جعفرؓ اور حضرت عقیلؓ اور حضرت عباس بن عبدالمطلب یا حارث بن عبدالمطلب کی اولاد کو صدقۂ فطر دینا درست نہیں ہے (درمختار)

(۵)صدقۂ فطر سے مسجد، مدرسہ، سکول، غسل خانہ، کنواں، نلکا اور مسافر خانہ، پل، سڑک، غرضیکہ

کسی طرح کی عمارت بنانا یا کسی میت کے کفن دفن میں خرچ کرنا یا کسی میت کی طرف سے اس کا قرضہ ادا کرنا درست نہیں ہے البتہ اگر کسی غریب کو اس کا مالک بنا دیا جائے پھر وہ اگر چاہے تو اپنی طرف سے کسی تعمیر یا کفن دفن وغیرہ میں خرچ کردے تو جائز ہے (درمختار)

(۶) کسی نوکر، خدمتگار، امام مسجد وغیرہ کو ان کی خدمت کے عوض تنخواہ کے حساب میں صدقہ فطر دینا درست نہیں ہے۔

(۷) ایک شہر سے دوسرے شہر میں صدقہ فطر بھیجنا مکروہ ہے، ہاں اگر دوسرے شہر میں اس کے غریب رشتہ دار رہتے ہوں یا وہاں کے لوگ زیادہ محتاج ہوں یا وہ لوگ دین کے کام میں لگے ہوئے ہوں تو ان کو بھیج دیا تو مکروہ نہیں کیونکہ طالب علموں اور دیندار غریب عالموں کو دینا بڑا ثواب ہے (درمختار)

فقط

فقیہ العصر حضرت مفتی عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ

قوانین حدود و قصاص (قسط۲)

چند ضروری گذارشات بابت ایجنڈا ورکنگ گروپ برائے جائزہ قوانین حدود و قصاص

اب کچھ معروضات ایجنڈا ورکنگ گروپ برائے جائزہ قوانین حدود و قصاص کے متعلق پیش ہیں، امید ہے کہ غور فرمایا جائے گا۔

(۱) قانون قصاص و دیت جب اسلامی احکام پر مبنی ہیں تو ان پر یہ اعتراض جو ایجنڈا نمبر ا میں کیا گیا ہے غیر اسلامی ہے۔ اسلامی نظریاتی کونسل اس پر اس صورت میں غور کر سکتی ہے کہ اس قانون کی فلاں شق اسلامی احکام کے خلاف ہے۔

مقدمہ میں بطور گواہوں کی تعداد احکام اسلام کے مطابق متعین کی جائے گی جس طرح قرآن پاک اور سنت میں ان کا تعین کیا گیا ہے، یہ صحیح اور واجب العمل ہے، اس لئے قتل کے ثبوت کیلئے ایک گواہ کی شہادت کو کافی سمجھنا قرآن و سنت کے واضح احکام کی خلاف ورزی ہوگی جس کی کسی مسلمان کو جرأت نہیں ہو سکتی اور یہ بھی صحیح ہے کہ "قتل عمد کیلئے جو مستوجب قصاص ہے عورت کی شہادت نا قابل قبول ہے"۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت پر مطالبۂ قصاص کے واقعہ سے عورت کی شہادت کے قابل قبول ہونے پر استدلال صحیح نہیں۔ اول تو ان کی زوجہ نے قصاص کا مطالبہ کیا جس کا ان کو شرعاً حق تھا، دوسرے اس قصہ میں شہادت پیش کرنے کا موقع ہی نہیں آیا تھا، صرف مطالبہ ہی ہوتا رہا، شہادت پیش کرنے کا موقع دعویٰ عندالحاکم کے بعد آتا، یہ مقدمہ نہ تو عندالحاکم اپنی شرائط کے ساتھ پیش ہوا، نہ حاکم نے اس پر شہادت طلب کی، نہ کسی عورت یا مرد نے عندالحاکم شہادت پیش کی، ایسے واقعہ کو بنیاد بنا کر قرآن و سنت کے احکام کی خلاف ورزی کرنا کسی طرح جائز نہیں۔

ہدایہ میں ہے کہ ومنها الشّهادة ببقيّة الحدود والقصاص تقبل فيها شهادة رجلين، لقوله تعالٰى واستشهدوا شهيدين من رّجالكم، ولاتقبل فيهاشهادة النساء لما ذكرنا۔ خلاصہ یہ ہے کہ بقیہ حدود وقصاص میں دو مردوں کی شہادت قبول کی جاتی ہے، اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے اور دو مرد تمہارے میں سے شہادت دیں اور عورتوں کی شہادت قبول نہیں ہے۔

عنایہ شرح ہدایہ میں ہے (والقصاص تقبل فيهاشهادة رجلين لقوله تعالٰى

واستشهد وا شهيدين من رّجالكم) فانه بعمومه يتناول المطلوب وغيره لماّمرّ من عموم اللّفظ وهونصّ في بيان العدد والذكورة والبلوغ خلا انّ باب الزّنا خرج بماتلوناقبقي الباقي على تناوله (برحاشیہ فتح القدیر ص٦ ج٦)

اس عبارت سے یہ شبہ بھی دور ہوگیا کہ یہ آیت ایک خاص واقعہ میں نازل ہوئی ہے کیونکہ اس میں واضح کردیا گیا ہے کہ اعتبار عموم لفظ کا ہوتا ہے نہ کہ خصوص سبب کا جیسا کہ پہلے بھی عرض کیا گیا ہے اور قواعد میں مرقوم ہے، الایہ کہ خصوص کی کوئی شرعی دلیل موجود ہو جیسا کہ باب زنا میں آیت ثمّ لم يأتوا باربعة شهداء کی وجہ سے دو مردوں کی گواہی کافی نہیں ہے، وہ اس حکم سے خارج ہے، مگر قتل کے معاملہ میں اس آیت کا حکم عموم لفظ سے ثابت ہے اور اس میں من رّجالكم ''تمہارے مردوں میں سے'' شاہدوں کا مرد ہونا ثابت ہو رہا ہے، اور عنایہ شرح ہدایہ کی عبارت سے اس کی وضاحت ہو رہی ہے۔

رحمۃ الامۃ میں ہے وشهادة النساء لايقبلن في الحدود والقصاص (١٦٠) حدود اور قصاص میں عورتوں کی گواہی مقبول نہیں ہے۔

وقال ابن المنذراجمع العلماء على القول بظاهر هذه الأية اى قول الله تعالى فان لّم يكونا رجلين فرجل وامراَتن فاجازوا شهادة النساء مع الرجال وخصّ الجمهورذٰلك بالديون والاموال وقالوا لاتجوز شهادتهنّ في الحدود والقصاص ۔خلاصہ مطلب یہ ہے کہ جمہور نے آیت مذکورہ کو دیون اور اموال کے ساتھ خاص کیا ہے اور کہا ہے کہ حدود وقصاص میں عورتوں کی شہادت جائز نہیں ہے۔

وقال ابوعبيد امّا اتّفاقهم على جواز شهادتهنّ في الاموال فالأية المذكورة وامّا اتّفاقهم على منعهافي الحدود والقصاص فلقوله تعالى فان لّم يأتوا باربعة شهداء الخ (من فتح الباری ص١٩٦ ج٥)

قال الموفّق في المغني انّ العقوبات وهي الحدود والقصاص لايقبل فيه الأشهادة رجلين الي ماروى عن عطاء وحمّاد انّهما قالايقبل فيه رجل وامرأتان قياساعلى الشّهادة في الاموال ولنا انّ هذا ممّا يحتاط لدرئه واسقاطه ولهذا يندرئ بالشّبهات ولاتدعوا الحاجة الى اثباته وفي شهادة النّساء شبهة (البداية) بدليل قوله تعالى (فان لّم يكونا رجلين فرجل وّامراتن) لاحتمال ان

یکون ذٰلك كقوله تعالٰی فان لّم تجدوا ماء فتیمّموا صعیدا طیّبا ......وماجرٰی مجرٰی ذٰلك فی الابدال التی اقیمت مقام اصل الفرض عند عدمه وشبهة القصوربدلیل قوله ان تضلّ احدٰهما فتذكّر احدٰهما الاخرٰی (الدالّ علٰی نقصان شهادتهنّ)ولایصحّ قیاسه علی المال لماذكرمن الفرق وبهٰذا قال سعید بن المسیّب والشّعبی والنّخعی وحمّادوالزّهری وربیعة ومالك والشّافعی وابوعبید وابوثورواصحاب الرأی اھ (۱۲/۶)(ازاعلاءالسنن عربی للعلامہ ظفر احمد عثمانی ص ۱۶۸ ج ۱۵ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی)

خلاصہ یہ ہے کہ آیت کریمہ سے عورتوں کی شہادت میں نقصان ضبط اور یادداشت کی کمی ثابت ہو رہی ہے لقوله تعالٰی ان تضلّ احدٰهمافتذكّر احدٰهما الاخرٰی ،ادھر حدیث سے ثابت ہو رہا ہے ادرءوا الحدود بالشّبهات ،آیت اور حدیث کوملانے سے ثابت ہوگیا کہ حدود وقصاص میں عورتوں کی شہادت معتبر نہیں ہے اور جس جگہ شبہ کا اعتبار نہیں کیا گیا وہاں عورتوں کی شہادت معتبر ہے جیسا کہ آیت مذکورہ سے ثابت ہورہا ہے،حدودوقصاص میں عورتوں کی شہادت معتبر نہ ہونے اور آیت میں تخصیص کی دوسری دلیلوں کے علاوہ خود آیت میں یہ دلیل بھی ہے جوعرض کی گئی ہے اور آیت میں تخصیص اس طرح بھی ہوجاتی ہے۔

حق قصاص

مقتول کا اگر ایک وارث ہے تو وہی قصاص کا حقدار ہوگا،اور اگر متعدد ہوں تو سب شراکت کے طور پر اس کے حقدار ہوں گے جیسے اس کی میراث کے وہ سب حقدار ہوتے ہیں ومن قتل مظلوما فقد جعلنا لولیّه سلطٰنا اگر کوئی ظلم سے قتل کیا گیا تو ہم نے اس کے ولی کو(قاتل کے قتل کرنے کا)اختیار دیا ہے(بنی اسرائیل ۳۳)البتہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک قصاص کا حق وارثوں میں سے ہر ایک کو ابتداءً اس طور پر ثابت ہوتا ہے جیسے کہ کوئی دوسرا شخص شراکت کے طور پر اس میں ساتھ نہیں، کیونکہ یہ ایک ایسا حق ہے جو متجزی نہیں ہے اور جس میں تجزی نہیں اس میں شرکت محال ہے ......صحیح امام ابوحنیفہ کا اصول ہے (ماخوذ از البدائع والصنائع ص ۵۶۰ و ۵۶۱ ملخصاً)

قال الشّارح الزّیلعی وفی قوله تعالٰی ومن قتل مظلوما فقدجعلنا لولیّه سلطٰنا فلایسرف فی القتل نصّ علٰی انّ القصاص یثبت للوارث ابتداء بخلاف الدیة والدین واصل الاختلاف راجع الی انّ استیفاء القصاص حقّ الورثة عنده

وحقّ الميّت عندهمافاذاكان القصاص يثبت حقًا للورثة عنده ابتداء لاينتصب خصمامن الاٰخرين في اثبات حقّهم بغير وكالة منه فباقامة البينة لايثبت القصاص في حق الغائب فيعيدها بعد حضوره ليتمكّن من الاستيفاء الخ (ص۱۳۲ج۶)اس سے واضح ہے کہ حق قصاص ورثہ میت کیلئے آیت ہذا کی وجہ سے ابتداءً ثابت ہوتا ہے خلافاً ، اور ولی میت کو اللہ تعالیٰ نے قصاص کا اختیار دیا ہے، البتہ قصاص جب مال بن جاتا ہے تو وہ میت کا حق ہو جاتا ہے اور وہ اس کے حوائج کے پورا کرنے کا صالح ہو جاتا ہے(//)

باپ پر قصاص

باپ کے بیٹے کو قتل کرنے سے باپ پر قصاص نہیں مگر دیت اس کے مال میں سے واجب ہوتی ہے انت ومالك لابيك سے جو استدلال کیا جاتا ہے وہ اطمینان بخش نہیں الخ (ایجنڈا ص ۷)

ہدایہ میں ہے ولايقتل الرّجل بابنه لقوله عليه السّلام لايقاد الوالد بولده ولانه سبب لاحيائه فمن المحال ان يستحقّ له افنائه ولهٰذالايجوزله قتله وان وجده في صفّ الاعداء مقاتلااوزانياوهومحصن ،والجدمن قبل الرّجال او النّساء وان علا في هذا بمنزلة الاب وكذا الوالدة والجدّة من قبل الاب اوالامّ قربت او بعدت (ص ۵۴۷ ج ۴)

اور بدائع وصنائع میں ہے اگر باپ اپنے بیٹے کو قتل کر دے تو اس پر قصاص نہیں کیونکہ قصاص کی ایک شرط یہ ہے کہ وہ قاتل کا جزنہ ہو۔ اس بارہ میں دلیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی یہ حدیث ہے کہ آپ نے فرمایا کہ والد سے اس کی اولاد کا قصاص نہیں لیا جائے گا (۵۴۱)

اس مسئلہ کے بارہ میں ہدایہ اور البدائع والصنائع سے اوپر مذکورہ دلائل کافی ہیں اور دوسرے دلائل یعنی حدیث نبوی اور اجماع کو ملا کر آیت کریمہ میں تخصیص ہو جاتی ہے۔

یہ اعتراض کہ اس صورت میں حق قصاص حاصل نہ ہونے کی کوئی معقول وجہ نہیں (ص ۴) صحیح نہیں ہے، منقول اور معقول دونوں وجہیں اوپر لکھ دی گئیں لانـه سبب لاحيـائه الخ سے معقول وجہ کا بیان ہے، باقی رہا انـت ومالك لابيك سے استدلال اس پر مسئلہ کا اثبات موقوف نہیں ہے جیسا کہ دوسرے دلائل مذکورہ سے واضح ہے اور اس سے استدلال بنابر شبہ ہے اور شبہ سے حدود ساقط ہو جاتی ہیں کـما تقرّر فـي الاصول اور حدیث لايقـاد الـوالد بولده کو امام بزدوی نے مشہور کہا چنانچہ حاشیہ ہدایہ میں ہے

وقال الامام البزدوی انّ هذا الحدیث مشهور لقته الامة بالقبول فیصلح مخصّصا او نـاسخا بحکم الکتاب (حاشیہ ہدایہ ص ۵۴۷ ج ۴) امام بزدوی نے فرمایا کہ یہ حدیث مشہور ہے ،امت نے اس کو قبول کیا ہے،حکم کتاب کیلئے مخصص یا ناسخ بننے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

قال صاحب نتائج الافکاروهذا لانّ القصاص یستحقه الوارث بسبب انعقد للمیّت خلافة ولوقتل به کان القاتل هو الابن نیابة قصاص کا حق وارث کوخلافت کے طور پر اس سبب سے حاصل ہوتا ہے جومیت کیلئے منعقد ہوا ہے(تبیین الحقائق ص ۱۰۵ ج ۶)

اب اگر ابن کے بدلے میں باپ کوقتل کیا جائے گاتو ولد نیابت کے ذریعہ باپ کا قاتل قرار پائے گا اور بیٹے کومنع کیا گیا ہے باپ کے قتل سے حق اللہ کیلئے،تو نفس کیلئے قتل کی اجازت کیسے دی جاسکتی ہے(اعلاء السنن ص ۸۸ ج ۱۸)

نابالغ ولی قصاص کا حق

دفعہ ۳۱۳ (۳ بی) اور دفعہ ۳۳۷ (س) اس دفعہ کی رو سے نابالغ ولی قصاص کا حق اس کے باپ یا دادا کو منتقل ہوتا ہے،ماں یا دادی کو اس حق سے محروم کیا گیا ہے الخ (ص ۴)

ماں یا دادی کو اس حق سے محروم تو جب کیا جاسکتا ہے جبکہ ان کو یہ حق شرعاً حاصل ہوتا مگر ان کو شرعاً یہ حق حاصل ہی نہیں جیسا کہ صاحب بدائع کے تصریح کرنے سے واضح ہورہا ہے،کیونکہ یہ ولایت نظری ہے اور مصلحت بنی پر مبنی ہے،باپ،وہ نہ ہوتو دادا کو حاصل ہے،وصی کو بھی یہ حق حاصل نہیں ہے اگر چہ وصی کو مال کے استیفاء کا حق حاصل ہوتا ہے،کیونکہ قصاص مال نہیں ہے،جان کا بدلہ جان ہے،مجموعہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۳۱۳ (۳ ب) و دفعہ ۳۳۷ (س) میں جس صراحت کے ساتھ اس کو اختیار کیا گیا ہے وہ صحیح ہے،اس پر عمل ہونا لازمی قرار دینا چاہئے،کمیشن نے اس ضمن میں جو سفارش کی ہے وہ بلادلیل ہے اس لئے نا قابل قبول ہے اور کونسل کی یہ رائے بھی کہ ’’نابالغ یا مجنوں کا ولی اس کی طرف سے یہ حق استعمال کرے گا‘‘ (ص ۷) اوپر کی بدائع کی تصریح کے خلاف ہونے کی وجہ سے نا قابل قبول ہے اور اس کی بھی قرآن وسنت یا فقہ سے کوئی دلیل پیش نہیں کی گئی جس پر غور کیا جاسکتا،اس لئے اس کو قبول نہیں کرنا چاہئے،رد کردینا چاہئے۔

نیز ہدایہ میں ہے والصّبیّ بمنزلة المعتوه فی هذا والقاضی بمنزلة الاب فی الصّحیح الاترٰی انّ من قتل ولا ولیّ له یستوفیه السّلطان،والقاضی بمنزلته فیه (ای فی استیفاء القصاص حاشیه)(ص ۵۴۹ ج ۴)

ڈرائیور پر دیت

قانون ہذا کی دفعہ ۳۲۰ کی رو سے بے احتیاطی یا غفلت سے ڈرائیونگ کے نتیجے میں اگر قتل واقع ہو جائے تو اس کی سزا دیت بھی اور قید بھی۔

یہ صحیح ہے کہ اس صورت میں انسانی جان کا ضیاع ہے مگر ہر طرح سے انسانی جان کے ضیاع کو قتل عمد کے زمرہ میں نہیں لایا جاسکتا، اس کو قتل خطا کے زمرہ میں داخل کیا جائے گا اور اسی کے احکام اس پر جاری کئے جائیں گے، اس بے احتیاطی کے نتیجے میں حاصل ہونے والے قتل کو قتل عمد کے زمرہ میں لانے کی تجویز صحیح نہیں ہے، یہ قتل خطا ہے۔ ۴۰ جانوں کے ضیاع پر دیت کے ادا کرنے سے ڈرائیور کو بے بس قرار دیا جا رہا ہے مگر اس کا حل تو عاقلہ کے تعین سے ہوسکتا ہے، کیونکہ دیت قاتل خطا کے عاقلہ پر بھی ہوتی ہے، اگر چہ قاتل بھی اس میں حصہ دار ہوتا ہے اور وہ تین سال میں ادا کی جاتی ہے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کیا تھا۔

ہدایہ میں ہے فهي على العاقلة اعتبارا بالخطاء وتجب في ثلاث سنين لقضية عمربن الخطاب (ص ۵۴۵ ج ۴) دیت عاقلہ پر ہے قتل خطا کے ساتھ اعتبار کرتے ہوئے اور تین سال میں واجب ہے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کے مطابق فانه قضى بالدية على العاقلة في ثلاث سنين والمروى عنه كالمروى عنه صلى الله عليه وسلم لانه ممالا يعرف بالرأى (حاشیہ صفحہ مذکور) قال وادخل القاتل مع العاقلة فيمايؤدى كاحدهم لانّه هوالفاعل فلامعنى لاخراجه ومؤاخذة غيرهم (ہدایہ ص ۶۳۲ ج ۴)

مطلب یہ ہے کہ فاعل قتل خطا کو دیت میں شامل نہ کرنا کے معنی ہوتے ہیں کہ فاعل جرم کو چھوڑ دیا جائے اور دوسروں سے مؤاخذہ کیا جائے، جو غیر معقول ہے۔ (جاری ہے)

داڑھی کی شرعی حیثیت

مرتبہ
حضرت مولانا مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم
مہتمم جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

ناشر: ادارہ اشرف البیان جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

مولوی سید عبدالناصر ترمذی

سخاوت سید الکونین ﷺ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ اول تو تمام لوگوں سے زیادہ سخی تھے (کوئی بھی آپ ﷺ کی سخاوت کا مقابلہ نہ کرسکتا تھا) کہ خود فقیرانہ زندگی بسر کرتے تھے اور عطاؤں میں بادشاہوں کو شرمندہ کرتے تھے، ایک دفعہ نہایت سخت احتیاج کی حالت میں ایک عورت نے چادر پیش کی اور سخت ضرورت کی حالت میں آپ ﷺ نے پہنی، اسی وقت ایک شخص نے مانگ لی، آپ ﷺ نے مرحمت فرمادی، آپ ﷺ قرض لے کر ضرورت مندوں کی ضرورت کو پورا فرماتے تھے اور قرض خواہ کے سخت تقاضے کے وقت کہیں سے اگر کچھ آ گیا اور ادائے قرض کے بعد بچ گیا تو جب تک وہ تقسیم نہ ہوجائے گھر میں تشریف نہ لاتے تھے، بالخصوص رمضان المبارک کے مہینہ میں اخیر تک بہت ہی فیاض رہتے (کہ حضور ﷺ کی گیارہ ماہ کی فیاضی بھی اس مہینہ کی فیاضی کے برابر نہ ہوتی تھی) اور اس مہینہ میں جب بھی حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لاتے اور آپ ﷺ کو کلام اللہ سناتے اس وقت آپ ﷺ بھلائی اور نفع رسانی میں تیز بارش لانے والی ہوا سے بھی زیادہ سخاوت فرماتے (خصائل نبوی ﷺ)

ترمذی کی حدیث سے نقل کیا گیا ہے کہ حضور انور ﷺ کے پاس ایک مرتبہ نوے ہزار درہم جس کے تقریباً تیس ہزار روپے سے زیادہ ہوتے ہیں کہیں سے آئے، حضور اقدس ﷺ نے ایک بوریے پر ڈلوادیے اور وہیں پڑے پڑے سب تقسیم کرادیے، ختم ہوجانے کے بعد ایک سائل آیا حضور ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس تو کچھ بھی نہیں رہا تو کسی سے میرے نام سے قرض لے لے، جب میرے پاس ہوگا ادا کردوں گا (خصائل نبوی)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ رسولِ خدا ﷺ سے کچھ مانگا گیا ہو اور آپ ﷺ نے فرمایا ہو میں نہیں دیتا، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کل کیلئے کوئی چیز نہ اٹھا رکھتے تھے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ سخی تھے، خاص کر ماہِ رمضان میں تو بہت ہی سخی ہوجاتے تھے (صحیح بخاری باب بدء الوحی)

ایک دفعہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے ابو ذر! مجھے یہ پسند نہیں کہ میرے پاس کوہ احد کے برابر سونا ہو اور تیسرے دن تک اس میں سے میرے پاس ایک اشرفی بھی بچ رہے سوائے اس کے جو ادائے قرض کیلئے ہو، تو اے ابو ذر! میں اس مال کو دونوں ہاتھوں سے خدا تعالیٰ کی مخلوق میں تقسیم کر کے اٹھوں گا (صحیح بخاری کتاب الاستقراض ص ۳۲۱ ج ۱) (اسوۂ رسول اکرم ﷺ ص ۶۸)

خواتین کا صفحہ قاری محمد زکریا زکی سیالکوٹ

ایک نیک عورت کی گفتگو

انسان مختلف اعضاء کا مجموعہ ہے یہ اعضاء سنور جائیں تو انسان بھی سنور جاتا ہے انسان کے جسم میں ایک چھوٹا سا عضو زبان ہے زندگی کے تمام معمولات میں زبان کے استعمال کا ایک بنیادی کردار رہتا ہے اس کا صحیح استعمال دنیا اور آخرت میں بھلائی کا باعث بنتا ہے جبکہ اس کا غلط استعمال دنیا اور آخرت میں ذلت اور رسوائی کا سبب بن جاتا ہے۔

عربی کا مقولہ ہے اللسان حجمه صغير و جرمه كبير ،جسامت کے اعتبار سے زبان بہت چھوٹی ہے لیکن اس سے گناہ بہت بڑے بڑے ہوتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان کے استعمال میں احتیاط برتنے کے بارے میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو تعلیم دیتے ہوئے فرمایا اس پر کنٹرول کرو، میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول کیا ہم اپنی گفتگو پر بھی پکڑے جائیں گے ،فرمایا اکثر لوگ زبان کی لغزش کے باعث ہی تو اوندھے منہ دوزخ میں گرائے جائیں گے (احمد و ترمذی) یعنی زبان کا غیر محتاط استعمال ،وعدہ کا لحاظ نہ کرنا ،جھوٹی گواہی دینا ،جھوٹی قسمیں اور بہتان لگانا منافقت کی دلیل ہے ،دنیا میں بڑے بڑے فساد ہیں ان سب کی جڑ زبان ہے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ ابراہیمی صحیفوں میں کیا مضامین تھے ،فرمایا ان میں حکمت ،مثالیں اور عبرت آموز محاورات تھے ایک عقل مند کو لائق ہے کہ جب تک اس کی عقل کام کرتی ہے وہ اپنی زبان کی نگہداشت رکھے ،اپنے اوقات کی قدر کرے ،اپنے حالات پر نظر رکھے ،ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے ذکر کے سوا بہت باتیں مت کیا کرو کیونکہ اللہ کے ذکر کے علاوہ زیادہ باتیں کرنے سے دل میں سختی پیدا ہوتی ہے (ترمذی)

عجیب واقعہ

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حج کو گیا سفر کے دوران رستے میں مجھے ایک بڑھیا عورت ملی ، میں نے سلام کیا تو جواب میں اس نے کہا سلٰم قولا من رب رحیم میں نے کہا اللہ آپ پر رحم کرے یہاں کیا کر رہی ہو تو جواب میں کہنے لگی و من یضلل اللہ

فلا هادی له جسے اللہ گمراہ کردے اس کا کوئی رہنما نہیں ہوتا، میں سمجھ گیا کہ وہ رستہ بھول گئی ہے اس لئے میں نے پوچھا آپ کہاں جانا چاہتی ہیں، تو جواب میں کہنے لگی سبحٰن الذی اسری بعبده لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصا پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو رات کے وقت مسجد حرام سے مسجد اقصی تک لے گئی، میں سمجھ گیا کہ یہ حج ادا کر چکی ہے اور اب بیت المقدس جانا چاہتی ہے، میں نے پوچھا یہاں آپ کب سے بیٹھی ہیں، تو جواب میں کہنے لگی ثلث لیال سویا پوری تین راتوں سے، میں نے کہا تمہارے پاس کچھ کھانا وغیرہ نظر نہیں آ رہا کھاتی کیا ہو، تو جواب میں کہنے لگی هو یطعمنی و یسقین وہ اللہ مجھے کھلاتا ہے پلاتا ہے، میں نے کہا وضو کس چیز سے کرتی ہو، تو کہنے لگی فتیمموا صعیدا طیبا پاک مٹی سے تیمم کرلو، میں نے کہا یہ رمضان کا تو زمانہ نہیں ہے، تو جواب میں کہنے لگی و من تطوع خیرا فان اللّٰه شاکر علیم اور جو بھلائی کے ساتھ نفلی عبادت کرے تو اللہ شکر کرنے والا اور جاننے والا ہے، میں نے کہا سفر کی حالت میں تو روزہ فرض بھی رکھنا جائز نہیں، تو کہنے لگی و ان تصوموا خیر لکم ان کنتم تعلمون اگر تمہیں ثواب کا علم ہو جائے تو روزہ رکھنا بہتر ہے، میں نے کہا آپ میری طرح گفتگو کیوں نہیں کرتیں، جواب میں کہنے لگی ما یلفظ من قول الا لدیه رقیب عتید انسان جو بات بھی بولتا ہے اس کیلئے نگہبان فرشتہ مقرر ہے، میں نے پوچھا تم کس قبیلہ سے ہو، تو جواب میں کہنے لگی لا تقف ما لیس لك به علم جس بات کا تمہیں علم نہیں اس کے پیچھے مت پڑو، میں نے کہا معاف کرنا مجھ سے غلطی ہوئی، اس پر بولی لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللّٰه لکم آج تم پر کوئی ملامت نہیں اللہ تمہیں معاف کرے، میں نے کہا آپ چاہیں تو میری اونٹنی پر سوار ہو سکتی ہیں تا کہ آپ اپنے قافلہ سے جا ملو، تو کہنے لگی و ما تفعلوا من خیر یعلمه اللّٰه تم جو بھلائی بھی کرو اللہ اسے جانتا ہے، میں نے یہ سن کر اپنی اونٹنی کو بٹھا لیا مگر سوار ہونے سے پہلے وہ بولی قل للمؤمنین یغضوا من ابصارهم مومنوں سے کہو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، میں نے اپنی نگاہیں نیچی کرلیں اور پھر اس سے کہا اب آپ سوار ہو جائیں لیکن جب وہ سوار ہونے لگی تو اچانک اونٹنی بگڑ کر بھاگ کھڑی ہوئی جس سے اس کے کپڑے پھٹ گئے اس پر بولی ما اصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم تمہیں جو کوئی مصیبت پہنچتی ہے وہ تمہارے اعمال کے سبب ہوتی ہے، میں نے کہا ذرا ٹھہرو میں اونٹنی کو باندھ دوں پھر سوار ہونا، اس پر کہنے لگی ففهمنا ها سلیمٰن ہم نے اس مسئلہ کا حل سلیمان علیہ السلام کو سمجھا دیا، میں نے اونٹنی کو باندھا اور اس سے کہا اب آپ سوار ہو جائیں وہ سوار ہو گئی اور یہ آیت پڑھی سبحٰن الذی سخر لنا هذا و ما کنا له مقرنین

وانا الی ربنا المنقلبون پاک ہے وہ ذات جس نے اس سواری کو ہمارے لئے رام کردیا اور ہم اس کو کرنے والے نہیں تھے اور بلاشبہ ہم سب اپنے پروردگار کی طرف لوٹنے والے ہیں، میں نے اونٹنی کو چلایا اور بہت تیز دوڑائی جس پر وہ بولی واقصدفی مشیك واغضض من صوتك اپنے چلنے میں اعتدال سے کام لو اور اپنی آواز پست رکھو، اب میں آہستہ آہستہ چلنے لگا اور کچھ اشعار ترنم سے پڑھنے لگا اس پر وہ بولی فاقرء واما تیسر من القران قرآن میں جتنا حصہ پڑھ سکو وہ پڑھو، میں نے کہا آپ تو اللہ کی طرف سے بھی ساری نیکیوں سے مالا مال ہیں، اس پر وہ بولی وما یذکر الا اولوا الالباب صرف عقل والے ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں، کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد میں نے پوچھا آپ کا کوئی شوہر ہے، کہنے لگی لا تسئلوا عن اشیاء ان تبد لکم تسؤ کم ایسی چیزوں کے بارے میں مت پوچھو جو اگر تم پر ظاہر کردی جائیں تو تمہیں بری لگیں، اب میں خاموش ہوگیا اور جب تک قافلہ نہیں مل گیا میں نے اس سے کوئی بات نہیں کی، قافلہ سامنے آ گیا ہے میں نے کہا آپ کا اس میں کوئی ہے، کہنے لگی المال والبنون زینة الحیٰوة الدنیا مال اور بیٹے دنیوی زندگی کی زینت ہیں، میں سمجھ گیا کہ قافلے میں اس کے بیٹے موجود ہیں، میں نے کہا آپ کے بیٹوں کا نام کیا ہے، کہنے لگی واتخذ اللّٰہ ابراهیم خلیلا وکلم اللّٰہ موسیٰ تکلیما یٰیحيٰ خذ الکتٰب بقوة یہ سن کر میں نے آواز دی ابراہیم، موسیٰ، یحیٰ تھوڑی سی دیر میں چند نوجوان جو چاند کی طرح خوبصورت تھے میرے سامنے آ کھڑے ہوئے جب ہم سب اطمینان سے بیٹھ گئے تو اس عورت نے اپنے بیٹوں سے کہا فابعثوا احد کم بورقکم هذه الی المدینة فلینظر ایها ازکی طعاما فلیاتکم برزق منه اب اپنے میں سے کسی کو یہ روپیہ دے کر شہر کی طرف بھیجو پھر وہ تحقیق کرے کہ کون سا کھانا زیادہ پاکیزہ ہے سو اس میں سے تمہارے واسطے کچھ کھانا لے آئے، یہ سن کر ان میں سے ایک لڑکا گیا اور کچھ کھانا لے آیا، وہ کھانا میرے سامنے رکھا گیا تو عورت نے پھر مجھ سے کہا کلوا واشربوا هنیئا بما اسلفتم فی الایام الخالیة خوشگواری کے ساتھ کھاؤ پیو بہ سبب ان اعمال کے جو تم نے پچھلے دنوں میں کئے ہیں۔

اب مجھ سے رہا نہ گیا میں نے ان لڑکوں سے کہا تمہارا کھانا مجھ پر حرام ہے جب تک تم مجھے اس عورت کے بارے میں اس کی حقیقت نہ بتلاؤ، لڑکوں نے بتایا کہ یہ ہماری ماں ہے اور اس کی چالیس سال سے یہی کیفیت ہے، چالیس سال سے اس نے قرآن کی آیات کے سوا کوئی جملہ نہیں بولا اور یہ پابندی اس نے اپنے اوپر اس لئے لگائی ہے کہ کہیں زبان سے کوئی ناجائز یا نامناسب بات نہ نکل جائے جو اللہ کی ناراضگی کا سبب بنے۔

سبحان اللہ! خشیت الٰہی کا عجیب انداز دیکھئے کہ کلام الٰہی کے سوا کوئی لفظ بھی زبان سے نہیں بولا قیامت میں ایسے لوگ اللہ کے حضور پیش ہوں گے جن کی زبان سے چالیس سال قرآن پاک کے سوا کچھ بول بھی نہیں نکلے وہاں اگر ہم اپنی بے وقوفانہ جاہلانہ گفتگو کے ساتھ پیش ہوئے تو کتنی ندامت ہوگی۔

وہ شخص مبارک ہے جس کے کلام میں اللہ کا ذکر ہے، جس کی خاموشی میں فکر اور سوچ ہے، جس کی آنکھ میں عبرت ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے منقول ہے کہ اللہ کے ذکر کے علاوہ کوئی کلام کثرت سے نہ کرو کیونکہ اس سے تمہارے دل سخت ہو جائیں گے لیکن تمہیں اس کا علم نہیں، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ بعض اوقات اپنی زبان کو پکڑ کر کھینچتے تھے کہ یہ جسم کا وہ عضو ہے کہ جس کی وجہ سے اکثر لوگ دوزخ میں ڈالے جائیں گے، عظیم ہے وہ انسان جس کی خاموشی فکر کے ساتھ، جس کی گفتگو ذکر کے ساتھ ہے، زبان وہ تلوار ہے جو کبھی زنگ آلود نہیں ہوتی ہمیشہ چلتی رہتی ہے حالانکہ زبان کی تلوار ان رشتوں کو توڑ دیتی ہے جن کو لوہے کی تلواریں نہیں توڑ سکتی۔

کہتے ہیں کہ لقمان حکیم حبشی غلام تھے پہلی پہلی جوان کی حکمت ظاہر ہوئی وہ یہ تھی کہ آقا نے کہا اے غلام یہ بکری ذبح کرو اور اس کے گوشت کے بہترین دو ٹکڑے ہمارے پاس لے کر آؤ، آپ دل اور زبان لے آئے، ایک بار پھر کہا کہ یہ بکری ذبح کرو اس کے بہترین عمدہ ٹکڑے لے کر آؤ، آپ پھر دل اور زبان لے آئے، ایک بار پھر کہا یہ ذبح کرو اور اب کے سب سے بدترین حصہ کاٹ کر لے آؤ، آپ پھر دل اور زبان لے آئے، آقا نے وجہ پوچھی بھئی اتنی بار جو ذبح کروائی آخر دل اور زبان ہی آپ نے کیوں پسند کئے، آپ نے فرمایا کہ آقا اگر دل اور زبان یہ دونوں درست ہو جائیں تو پورے بدن میں اس سے بڑھ کر کوئی اور حصہ عمدہ نہیں اور اگر یہ خراب ہو جائیں تو ان سے بڑھ کر بدن کا کوئی حصہ بدتر نہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ ہمیں زبان کو صحیح استعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور جو گناہ ہم نے آج تک اپنی زبان سے کئے ہیں اللہ ان گناہوں کو بھی معاف فرمائے، آمین۔

اب جس کے جی میں آئے لے ان سے روشنی
ہم نے تو دل جلا کے سر عام رکھ دیا ہے

یا درفتگاں محترم جناب سید شمشاد حسین صاحب

ہمارے اکابرین

شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہم کو اللہ تعالیٰ نے تحریر وتقریر کا ایسا ملکہ ودیعت کیا ہے کہ صورت حال کو ایسے انداز میں پیش کرتے ہیں جس سے پورا نقشہ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے، اپنے والد ماجد حضرت مولانا مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ اور حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ مہتمم دارالعلوم دیوبند کے تعلقات کو کچھ ایسے انداز میں پیش کیا ہے کہ لطف آگیا۔ آپ بھی ملاحظہ فرماویں۔

احقر کے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ اور حضرت قاری صاحب قدس سرہ (قاری محمد طیب) بچپن سے ایک دوسرے کے ساتھی اور زندگی کے ہر مرحلے میں ایک دوسرے کے رفیق رہے، دونوں نے دارالعلوم دیوبند میں ساتھ پڑھا، ساتھ فارغ ہوئے، ساتھ ہی پڑھانا شروع کیا، دونوں ایک ہی وقت حضرت شیخ الہند قدس سرہ کے دست مبارک پر بیعت ہوئے اور پھر حضرت رحمہ اللہ کی وفات کے بعد ایک ہی ساتھ تھانہ بھون حاضر ہو کر حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے، تقریباً ساتھ ہی ساتھ دونوں کو حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی طرف سے خلافت عطا ہوئی، اور ۱۳۴۵ھ میں سب سے پہلا حج بھی دونوں نے ساتھ کیا۔ غرض ظاہری تعلیم اور باطنی تربیت سے لے کر سیر وتفریح تک ہر چیز میں دونوں کی رفاقت مثالی رفاقت تھی۔

پھر جب قیام پاکستان کی تحریک شروع ہوئی اور آزادی ہند کے طریق کار سے متعلق علماء دیوبند کے درمیان اختلاف رونما ہوا تو حضرت والد صاحب کی طرح حضرت قاری صاحب کا نقطۂ نظر بھی حکیم الامت حضرت تھانوی اور حضرت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی کی رائے کی طرف مائل تھا، لیکن حضرت قاری صاحب نے اپنے آپ کو عملی سیاست سے بالکلیہ یکسو کر کے ہمہ تن دارالعلوم دیوبند کی خدمت کیلئے وقف کیا ہوا تھا اس لئے یہ نقطۂ نظر اسٹیج پر نہ آسکا۔

حضرت والد صاحب قدس سرہ قیام پاکستان کے بعد یہاں تشریف لے آئے اور حضرت قاری صاحب قدس سرہ کیلئے دارالعلوم کی گراں بار ذمہ داری کے پیش نظر دیوبند چھوڑنے کا سوال ہی نہ تھا لیکن یہ بات میں نے حضرت قاری صاحب قدس سرہ سے بارہا سنی کہ جس روز حضرت مفتی صاحب دیوبند سے پاکستان کیلئے روانہ ہوئے اس روز میں دن بھر روتا رہا۔

آپ نے حضرت والد صاحب کی وفات کے موقع پر جو تعزیتی مکتوب ارسال فرمایا اس میں بھی لکھا

تھا کہ ''تقسیم ملک کے بعد جب آپ نے پاکستانی قومیت اختیار فرمائی اور یہاں سے ہجرت فرما کر پاکستان تشریف لے گئے تو کسی مرنے والے کیلئے بھی اتنا کبھی نہیں رویا تھا جتنا آپ کے فراق پر رویا تھا، یہ حالت دیکھ کر سب گھر والے پریشان ہوگئے تھے کہ آخر کیا حادثہ پیش آگیا جو اتنا گریہ طاری ہے، یہ تعلق کی بناء پر تھا کہ ابتدائے عہد سے ہم رفیق رہے تھے'' (البلاغ مفتی اعظم نمبر ص ۳۰)

اس کے بعد سے وہ ہمہ وقتی رفاقت چھوٹ گئی لیکن قلب و روح کا رشتہ کسی مرحلے پر نہ ٹوٹا۔

ایک مرتبہ حضرت قاری صاحب قدس سرہ نے خط میں حضرت والد صاحب کو لکھا ''کل میاں مستحسن صاحب فاروقی کے ساتھ مولوی ظہور احمد صاحب نے میری بھی دعوت کی تھی آپ ہی کے مکان سے متصل منشی بشیر احمد صاحب مرحوم کے مکان میں کھانا کھلایا، مکان دیکھ کر مکینوں کی یاد تازہ ہوگئی اور دیر تک اس تصور میں استغراق رہا''

قیام پاکستان کے بعد بارہا حضرت قاری صاحب قدس سرہ کراچی تشریف لائے اور یہ ممکن نہ تھا کہ کراچی تشریف لانے کے بعد آپ دارالعلوم تشریف نہ لائیں، چنانچہ ہر بار خدام دارالعلوم کو اپنی شفقتوں سے بہرور فرماتے، طلبا اور اساتذہ سے خطاب بھی ہوتا اور حضرت والد صاحب رحمہ اللہ اور ان کے درمیان جو باغ و بہار مجلس ہوتی اس میں علمی تبادلہ خیال کے علاوہ ماضی کے تذکرے، زمانہ طالب علمی کی یادیں، اساتذہ کے واقعات اور نہ جانے کتنے موضوعات پر گفتگو آتی اور ہم خدام کو افادات کا نہ جانے کتنا خزانہ ہاتھ آجاتا (نقوش رفتگاں ص ۱۹۰، ۱۹۱)

....

وتاكلون التراث اكلا لما وتحبون المال حبًا جمًا (الفجر)

اور تم میراث کا سارا مال سمیٹ کر (خود ہی) کھا جاتے ہو اور مال کی بڑی محبت کرتے ہو۔

رسالہ

غصب المیراث

از قلم فیض رقم: حضرت مولانا مفتی عبدالکریم گمتھلوی رحمہ اللہ

سابق مفتی خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون (انڈیا)

ناشر: ادارہ اشرف البیان جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

امداد السائل فی الاحکام والمسائل　　　　فقیہ العصر حضرت مفتی سید عبدالشکور ترمذی

الاستفتاء

کیا روزِ محشر دوزخ پر اللہ تعالیٰ اپنا قدم مبارک رکھیں گے؟

سوال: بہشتی زیور میں لکھا ہے روز محشر میں اللہ تعالیٰ دوزخ میں پاؤں لٹکا کر کہیں گے کہ تو بھر گئی یا نہیں یہ مسئلہ غلط ہے یا ٹھیک؟

الجواب: بہشتی زیور میں جو لکھا ہے وہ ایک حدیث شریف کا مضمون ہے اپنی طرف سے کسی عالم نے نہیں لکھا مگر اس کی حقیقت اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے یہ وہی جانتے ہیں کہ قدم سے مراد کیا ہے، ہمارا ایمان ہے کہ حضور علیہ السلام نے جو فرمایا وہ صحیح ہے چاہے اس کی حقیقت ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے ایسے امور کی تفتیش وتحقیق میں پڑ کر وقت ضائع نہیں کرنا چاہئے کیونکہ یہ امور ہماری عقل کے احاطہ سے باہر ہیں اتنا اجمالی ایمان کافی ہے کہ جو کچھ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے وہ صحیح ہے، واللہ اعلم۔

نابالغہ کا نکاح باپ یا دادا نے کیا تو اسے فسخ نکاح کا حق نہیں

سوال: ہمارے ہاں ایک عورت نے دوسری جگہ یعنی اپنے سسرال والوں کے ہاں سے آکر عدالت میں بیان دے کر کہا میرے والدین فوت ہو چکے ہیں اور مجھے اپنے نکاح کا علم نہیں ہے، بالغ ہونے پر معلوم ہوا کہ میرا نکاح بچپن میں کسی شخص سے کیا گیا ہے لہٰذا اب میں آزاد ہو کر کسی دوسری جگہ نکاح کرنا چاہتی ہوں، حکومت نے اسے آزادی کا پروانہ دے کر دوسرے نکاح کی اجازت دے دی، دوسری جانب کے سسرال والے پنچائت لے کر اس کو لے جانے کیلئے آئے اور نہایت منت وسماجت کی اور وہ کہتے ہیں کہ اس لڑکی کا نکاح ہمارے لڑکے سے کئی سال قبل ہو چکا تھا اور یہ لڑکی بلوغ کے بعد بھی ۵،۶ سال ہمارے گھر رہی ہے اور وہ اپنے لڑکے کو بالغ بتلاتے ہیں مگر لڑکی وہاں جانے پر آمادہ نہ ہوئی۔

القصہ مولوی محمد صدیق صاحب (جو کہ بزعم خود اہل حدیث ہونے کے مدعی ہیں) نے لڑکی کے معاون کا یکطرفہ بیان سن کر سابق نکاح کالعدم قرار دے کر نکاح جدید کا فتویٰ دے دیا اور مولوی مذکور صاحب کے برادر حقیقی نے نکاح پڑھا بھی دیا، براہ کرم یہ فرمائیں کہ سابق شوہر کے طلاق دیے بغیر یہ نکاح ثانی صحیح ہے یا کہ نہیں؟

بصورت عدم جواز اس زنا کاری کے گناہ اور وبال میں فتویٰ دہندہ ودیگر معاونین وشرکاء محفل

مساوی شریک ہیں یا کہ محض لڑکی لڑکا ہی عنداللہ مجرم ہوں گے۔

(۲) مذکورہ نکاح رجسٹر نکاح میں درج کنندہ بھی گنہگار ہوگا جبکہ رجسٹرار نکاح میں شریک نہ ہوا ہو شرعاً اس نکاح کا اندراج جرم ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: نابالغی کی حالت میں والد اور دادا جس لڑکی کا نکاح کردیں اس لڑکی کو بالغ ہونے کے بعد فسخ نکاح کا حق نہیں ہے اگر باپ دادا کے سوا کسی اور نے نکاح کیا ہے نابالغی کی حالت میں تو بلوغ کے بعد اس کو فسخ نکاح کا اختیار باقی ہے جبکہ وہ بالغ ہونے کے بعد خاموشی نہ اختیار کرے اگر ایک ساعت بھی خاموشی اختیار کرلی تو فسخ نکاح کا اختیار باطل ہوجائے گا، اب اس کو عدالت میں دعویٰ کرکے نکاح فسخ کرانا جائز نہیں ہے، لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر باپ نے نکاح کیا تھا تو بھی اور اگر کسی دوسرے ولی نے نکاح کیا تھا مگر بالغ ہونے کے بعد سکوت اختیار کرلیا گیا بلکہ بالغ ہونے کے بعد ۵۔۶ سال آباد رہی تو بھی اس کو نکاح فسخ کرانے کا اختیار نہیں ہے لہٰذا یہ تمام کارروائی شریعت کے خلاف اور ناجائز ہے، عورت کا نکاح سابق شوہر سے بدستور قائم ہے وہ اس کی منکوحہ شرعی طور پر اس وقت تک رہے گی جب تک اس کو طلاق وغیرہ سے جدا نہ کرے دوسرا نکاح قطعاً غلط و باطل ہے اور نکاح پر نکاح ہونے کی وجہ سے حرام ہے اور کوئی وجہ اس کے جواز کی نہیں ہے، ایسے نکاح میں شریک ہونے والے جن کو علم ہو وہ سب گنہگار ہیں اپنی اپنی قدرت کے موافق ان کو لازم ہے کہ اس نکاح کے غلط ہونے کو بیان بھی کریں اور کوشش کرکے سابق شوہر کے پاس اس عورت کو بھیجیں، جواز کا فتویٰ دینے والے نکاح پڑھانے والے سب گنہگار ہیں بلکہ مفتی پر گناہ زیادہ ہے کہ وہ سبب بنا ہے لوگوں کے گنہگار ہونے کا۔

حدیث شریف کا مضمون ہے کہ جو مفتی غلط فتویٰ دے اس کو ان لوگوں کا گناہ بھی ہوگا جو کہ اس کے فتویٰ کے سبب گناہ میں مبتلا ہیں، اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے نکاح خواہان اور گواہان سب کو توبہ کرکے اعلان کرنا چاہئے کہ ہم سے غلطی ہوئی ہے اور آئندہ احتیاط کا عہد کرنا چاہئے۔

(۲) رجسٹر میں مذکورہ بالا نکاح کو درج کرنا گناہ ہے، ناجائز ہے اور ایک حرام کی اعانت اور مدد ہونے کی وجہ سے گناہ ہے اس لئے تاحد اختیار و قدرت اس نکاح کے اندراج سے بچنے کی کوشش کرنا ضروری ہے مجبوری کے احکام دوسرے ہیں، والعلم عنداللہ واللہ اعلم بالصواب۔

۴/ ذوالقعدہ ۱۳۸۲ھ

تعارف وتبصرہ

نام کتاب: مسائل وفضائل رمضان المبارک　　مؤلف: فقیہ العصر مفتی سید عبدالشکور ترمذی قدس سرہ
ناشر: مکتبہ کریمیہ جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا　　صفحات: 128　　قیمت: 70 روپے

رمضان المبارک کے فضائل ومسائل کا موضوع ایک ایساموضوع ہے جس پر بے شماررسائل ومضامین اورکتابیں دستیاب ہیں لیکن اس کے باجودضرورت ہے کہ ہردورکے تقاضہ کے مطابق مزیداس موضوع پرکتابیں تحریرکی جائیں اسی ضرورت کے پیش نظرحضرت اقدس فقیہ العصر مفتی سید عبدالشکورترمذی قدس سرہ نے اپنے دورکے تقاضوں کوسامنے رکھ کرایک کتاب بنام "فضائل ومسائل رمضان المبارک" تحریر فرمائی اس میں آپ نے جہاں رمضان المبارک کے مسائل وفضائل تحریرفرمائے اس کے ساتھ قرآن کریم کے فضائل، تراویح ولیلۃ القدراوراعتکاف کے احکام وفضائل کوبھی بیان فرمایااوران عنوانات کے ذیل میں آپ نے موقع کی مناسبت سے نہایت ضرری فوائدونکات بھی درج فرمادیے جوبجائے خودنہایت نافع اورمفیدہیں۔

رمضان المبارک کے حوالہ سے دواہم مضمون "تعجیل افطار(غروب کے بعدافطاری میں جلدی کرنا)اورروزہ کی حالت میں انجکشن کاحکم" بڑے خاصہ کی چیزہیں۔

پہلے مضمون میں غروب آفتاب کے بعدافطارمیں جلدی اورتعجیل کے مستحب ہونے پردلائل کی روشنی میں نہایت جامع مفصل اورمدلل کلام کیاگیاہےاورساتھ ہی ان حضرات کےموقف کی تردیدکی گئی ہے جوغروب آفتاب کے باوجودبھی افطارمیں تاخیرپرمصرہیں اس سلسلہ میں ان کے مستدلات کے بڑے مضبوط شافی کافی جواب تحریرفرماکرتمام شبہات کاقلع قمع فرمادیاگیا ہے، یہ بڑی نفیس اورمتین نہایت شاندارعلمی بحث ہے اہل علم یقیناً اس سے محظوظ ومستفیدہوں گے۔

دوسرااہم مضمون حالت صوم میں انجکشن کاہےعقلی نقلی دلائل کی روشنی میں ثابت فرمادیاگیا ہے کہ حالت صوم میں کسی قسم کےانجکشن سےروزہ نہیں ٹوٹتا۔

رسالہ بہت سی ابحاث شریفہ اورمضامین مفیدہ پرمشتمل ہے،جس کی صحیح افادیت کااندازہ پڑھ کرہی لگایاجاسکتا ہے۔

تقریباً چالیس سال قبل یہ رسالہ ملتان سے شائع ہوااس کے بعدمشہورومفید کتاب "بارہ مہینوں

کے مسائل'' کے ساتھ طبع ہوتا رہا اس کی ضرورت واہمیت اور افادیت کے پیش نظر مولانا سید محمد تسنیم ترمذی مالک مکتبہ کریمیہ مدرس جامعہ حقانیہ فاضل وفاق المدارس العربیہ وجامعہ اشرفیہ لاہور نے اس کی الگ طباعت واشاعت کا اہتمام کیا اور ادارہ اشرف البیان کے ارکین سے اس کے تمام حوالہ جات کی تخریج کرائی تمام کتب کے حوالہ جات اصل عبارات حاشیہ میں درج کی گئیں اور پھر کتاب کے اصل قلمی مسودہ سے اس کے مضامین کو ملا کر تصحیح کی گئی ،کمپیوٹر سے جدید عمدہ کتابت کے بعد بھی تصحیح کا اہتمام بلیغ کیا گیا پھر عمدہ کاغذ اور دیدہ زیب ٹائٹل کے ساتھ اعلیٰ ومعیاری طباعت نے اس کے حسن کو دوبالا کر دیا ،پاکستان میں اس انداز کا یہ پہلا ایڈیشن ہے۔

اس کی اشاعت پر ہم اس کتاب کے ناشر اور مکتبہ کریمیہ کے مالک کو مبارکباد پیش کرتے ہیں اور قارئین سے سفارش کرتے ہیں کہ وہ اس کتاب کی قدر کریں ،کتاب ہر گھر کی ضرورت ہے اس لئے کوئی گھر اس سے خالی نہیں رہنا چاہئے ،ناشر نے مفت تقسیم کرنے والے حضرات کیلئے خصوصی رعایت کا اعلان بھی کیا ہے اہل خیر کو اس سے مزید فائدہ اٹھانا چاہئے ۔(مولانا سید عبدالعظیم ترمذی)

سید عبدالناصر ترمذی

اخبار الجامعہ

۲۰/رجب المرجب: جامعہ میں اجازت حدیث کی تقریب منعقد ہوئی جس میں صدر جامعہ نے درجہ تخصص اور دورہ حدیث شریف کے طلبہ کو اجازت حدیث دی۔

۲۱/رجب: صدر جامعہ نے مدرسہ انوار العلوم سرگودھا میں منعقدہ تقریب حفظ قرآن کریم میں خطاب کیا بعد ازاں جامعہ مفتاح العلوم سرگودھا میں ختم بخاری شریف کی تقریب میں شرکت کی۔

۲۲/رجب: صدر جامعہ اوکاڑہ محلّہ صمد پورہ دارالعلوم محمدیہ احسن المدارس تشریف لے گئے اور نماز جمعہ کے اجتماع سے خطاب فرمایا، نیز بعد نماز مغرب بخاری شریف کے آخری باب پر درس ارشاد فرمایا۔

۲۳/رجب: جامعہ میں وفاق کے امتحان شروع ہوئے جو ۲۸/رجب کو بخیر وخوبی تکمیل تک پہنچے، بنات کا سنٹر حسب سابق جامعہ میں ہی تھا۔

۲۶/رجب: جامعہ میں درجۂ حفظ اور درجۂ کتب کے تحتانی درجات کا تقریری امتحان ہوا، بعد نماز ظہر ایک مختصر تقریب میں صدر جامعہ نے غیر وفاقی طلبہ کو تحریری امتحان میں کامیاب ہونے پر انعام تقسیم فرمائے۔

رپورٹ سالانہ جلسہ

جامعہ حقانیہ کا باونواں سالانہ جلسہ اپنی سابقہ شان وشوکت اور تزک واحتشام کے ساتھ مؤرخہ ۲۵، ۲۶، ۲۷/اگست کو منعقد ہوا۔

پہلی نشست: عارف باللہ حضرت مولانا مشرف علی تھانوی مدظلہم نے نماز جمعہ کے موقع پر جامع مسجد حقانیہ کے عظیم الشان اجتماع سے خطاب فرمایا اور بعد عصر اصلاحی درس بھی دیا۔

دوسری نشست: مولانا مشرف علی تھانوی مدظلہم نے یکم شعبان بروز ہفتہ بعد نماز عصر اصلاحی درس دیا۔

تیسری نشست: بروز ہفتہ بعد نماز عشا پہلا بیان صاحبزادہ مولانا محمد سعد کا ہوا ان کے بعد شیخ الحدیث حضرت مولانا ارشاد احمد صاحب مدظلہم مہتمم دارالعلوم کبیر والا کا بیان ہوا بعد ازاں آخری خطاب مولانا محمد حسین صاحب چنیوٹی کا ہوا۔

چوتھی نشست: بروز اتوار بعد نماز ظہر مولانا مفتی محمد طیب صاحب مہتمم جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد نے بیان فرمایا ان کے بعد مناظر اسلام حضرت علامہ محمد عبدالغفار تونسوی مدظلہم نے مفصل ومدلل بیان فرمایا۔

پانچویں نشست: بروز اتوار بعد نماز عشا پہلا بیان مولانا اشرف علی صاحب کا ہوا ان کے بعد مولانا

محمد الیاس چنیوٹی کا بیان ہوا بعد ازاں جامعہ فاروقیہ کراچی کے استاذ حدیث مولانا ولی المظفر صاحب نے عربی زبان میں بیان فرمایا مولانا کے بیان کے دوران بارش شروع ہوگئی اور جلسہ کی کارروائی مختصر کر کے دعا کرائی گئی۔

استاذ المحدثین حضرت الشیخ مولانا سلیم اللہ خان مدظلہم نے فرمایا کہ بخاری شریف کا درس صبح ہوگا چنانچہ ۳؍شعبان بروز پیر صبح نو بجے پہلے جامعہ کے طالب علم مولوی سلیم الیاس نے بخاری شریف کا آخری باب پوری سند کے ساتھ پڑھا پھر حضرت الشیخ نے بخاری شریف کی آخری حدیث کا درس دیا جو تقریباً ایک گھنٹہ جاری رہا، بعد ازاں حضرت الشیخ نے اپنے دست مبارک سے طلبہ میں اسناد تقسیم فرمائیں، اس کے بعد حضرت الشیخ ملتان تشریف لے گئے، حضرت الاستاذ مولانا صالح محمد مدظلہم، حضرت قاری محمود صاحب مدظلہم اور دیگر علماء کرام نے درجہ تخصص اور دورہ حدیث شریف کے طلبہ کی دستار بندی فرمائی اور دعا پر جلسہ اختتام کو پہنچا۔

۵؍شعبان: حضرت صدر جامعہ، جامعہ حقانیہ کی شاخ ''معہد الترمذی'' کے افتتاح کے موقع پر لاہور تشریف لے گئے، جناب قاری خلیل احمد تھانوی نے تلاوت کلام پاک کی سعادت حاصل کی بعد ازاں ''معہد الترمذی'' کے منتظم اعلیٰ مولانا سید عبد العظیم ترمذی زید مجدہ نے ادارہ کا تعارف کرایا پھر صدر جامعہ ومعہد نے طلبہ کو بسم اللہ کرائی اس کے بعد جناب مولانا حامد اشرف ہمدانی، جناب مولانا عبد اللہ یاسر، جناب مولانا فیروز الدین شاہ صاحب کھگہ اور جناب ڈاکٹر قاری خلیل احمد تھانوی مدظلہ بیان کیا، آخری بیان صدر جامعہ نے کیا اور دعا پر یہ تقریب اختتام پذیر ہوئی۔

۶؍شعبان: صدر جامعہ نے جامعہ حقانیہ لاہور میں مذاہب عالم کے حوالہ سے مفصل بیان فرمایا۔

۸شعبان صدر جامعہ نے جامعہ خالد بن ولید کے سالانہ جلسہ سے خطاب کیا اور اسناد تقسیم فرمائیں۔

۹؍شعبان: صدر جامعہ حضرت صدر وفاق و ناظم اعلیٰ مدظلہما کی دعوت پر ملتان تشریف لے گئے اور ایک خصوصی اجلاس میں شرکت کی نیز بعد نماز عشاء مدرسہ اسلامیہ حنفیہ شاہ تکڈر کے سالانہ جلسہ سے خطاب کیا اور اسناد تقسیم فرمائیں۔

۱۱؍شعبان: حضرت علامہ ظفر احمد عثمانی کے نواسے جناب محمد احمد صاحب کچھ دیر کیلئے جامعہ میں تشریف لائے اور صدر جامعہ سے ملاقات کی۔

۱۲؍شعبان: صدر جامعہ نے جامعہ امدادیہ فتحیہ سلانوالی میں ماہانہ اصلاحی درس دیا نیز بعد نماز عشاء

مدرسہ ربیع القرآن فروکہ کے جلسہ تقسیم اسناد میں شرکت کی۔

۱۳ شعبان صدر جامعہ نے بعد نماز عشاء جامعہ حقانیہ چاوے والا میں خطاب فرمایا۔

۱۴ شعبان صدر جامعہ حویلی بہادر شاہ تشریف لے گئے اور جناب قاری محمد ابراہیم مدرس مدینۃ العلوم سرگودھا کی ہمشیرہ کا نکاح پڑھایا اور بعد نماز عشاء جامعہ فاروقیہ کے سالانہ جلسہ سے خطاب کیا۔

۱۵ شعبان: صدر جامعہ حضرت مولانا فضل الرحیم صاحب مدظلہ کی دعوت پر لاہور تشریف لے گئے، حضرت مولانا قاری محمد سالم قاسمی مدظلہم العالی مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند (یوپی) انڈیا، حضرت مولانا عبدالرحمن اشرفی مدظلہم، حضرت مولانا وکیل احمد شیروانی اور دارالعلوم دیوبند وقف سے تشریف لائے ہوئے مہمان جناب مولانا عبداللہ ابن القمر سے ملاقات کی۔

....

یوم تاسیس جامعہ اشرفیہ لاہور

ایک اہم اعلان

جامعہ اشرفیہ کی مجلس منتظمہ کا ایک اجلاس حضرت مولانا محمد عبید اللہ صاحب مدظلہ کی صدارت میں ہوا، اس میں دیگر امور کے ساتھ ساتھ یوم تاسیس کا معاملہ زیر غور آیا۔ موجودہ ملکی حالت کا تفصیل سے جائزہ لیا گیا اور اس کے ساتھ ساتھ بیرون ممالک سے آنے والے علماء و مشائخ کی مصروفیات کی جو اطلاعات جامعہ کو پہنچیں اس سے اندازہ ہوا کہ ستمبر میں ہونے والے اس اجتماع میں اکثر علماء و مشائخ شرکت نہ کر سکیں گے، دوسری طرف یہ کہ باوجود پوری کوششوں کے اور انفرادی، اجتماعی اور اخبارات و رسائل میں اشتہارات کے ہم لوگ ابھی تک ملک و بیرون ملک موجود جامعہ کے فضلاء کی ایک کثیر تعداد سے رابطہ نہیں کر سکے جس کی متعدد وجوہات میں سے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ بہت سے فضلاء کے پتے جو جامعہ کے ریکارڈ میں موجود ہیں وہ اب تبدیل ہو چکے ہیں اور کچھ فضلاء پاکستان سے بیرون ملک منتقل ہو چکے ہیں۔

لہٰذا ان تمام امور کو سامنے رکھتے ہوئے یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ 8-9 اور 10 ستمبر 2006ء کو ہونے والے سہ روزہ یوم تاسیس کو اپریل 2007ء تک مؤخر کر دیا جائے تاکہ جہاں ان تمام علماء و مشائخ کی شرکت کو اس اجتماع میں یقینی بنایا جا سکے وہاں فضلاء سے رابطے کیلئے مزید کوشش تیز کی جا سکے اور اس یوم تاسیس میں زیادہ سے زیادہ فضلاء کی شرکت کو یقینی بنایا جا سکے۔

مجھے امید ہے کہ آپ حسب سابق اس اجتماع کی کامیابی اور نصرت کیلئے دل سے دعا گو رہیں گے، براہ کرم اپنی مادر علمی سے رابطہ میں رہیں، نئی تاریخوں کا تعین ہوتے ہی آپ کو مطلع کر دیا جائے گا۔ اپنے مقالہ جات اور اپنی شائع شدہ تصانیف اگر ابھی تک ارسال نہ کر سکے ہوں تو پہلی فرصت میں ان کو ارسال فرمائیں۔ یوم تاسیس کے سلسلے میں فوری رابطے کیلئے چند نئے فون نمبر ارسال کئے جا رہے ہیں براہ کرم ان کو نوٹ فرمالیں۔ فقط والسلام حافظ زبیر حسن کنوینر یوم تاسیس

فون نمبرز: 0321-8494782 0300-8494782 042-7552772

برائے رابطہ: فہیم الحسن تھانوی نائب کنوینر یوم تاسیس

فون: 042-5065443 موبائل: 0321-4119827

حافظ بلال احمد موبائل: 0333-4551611

نقشہ سحر و افطار

برائے ساہیوال ضلع سرگودھا

ایام	رمضان	ستمبر	سحر	افطار
اتوار	1	24	4 :36	6 :08
پیر	2	25	4 :37	6:07
منگل	3	26	4 :37	6 :05
بدھ	4	27	4 :38	6 :04
جمعرات	5	28	4 :39	6:03
جمعہ	6	29	4 :39	6 :01
ہفتہ	7	30	4 :40	6 :00
اتوار	8	یکم اکتوبر	4 :41	5 :59
پیر	9	2	4 :41	5 :58
منگل	10	3	4 :42	5 :56
بدھ	11	4	4 :43	5 :55
جمعرات	12	5	4 :43	5 :54
جمعہ	13	6	4 :44	5 :52
ہفتہ	14	7	4 :44	5 :51
اتوار	15	8	4 :45	5 :50

ایام	رمضان	اکتوبر	سحر	افطار
پیر	16	9	4 :46	5 :49
منگل	17	10	4 :46	5 :48
بدھ	18	11	4 :47	5 :46
جمعرات	19	12	4 :48	5 :45
جمعہ	20	13	4 :48	5 :44
ہفتہ	21	14	4 :49	5 :43
اتوار	22	15	4 :50	5 :42
پیر	23	16	4 :50	5 :40
منگل	24	17	4 :51	5 :39
بدھ	25	18	4 :52	5 :38
جمعرات	26	19	4:52	5 :37
جمعہ	27	20	4 :53	5 :36
ہفتہ	28	21	4:54	5 :35
اتوار	29	22	4 :54	5 :34
پیر	30	23	4 :55	5 :33

تعارف وتبصرہ

نام کتاب: اختلاف قراءات اورنظریہ تحریف قرآن **ناشر:** شیخ زاید اسلامک سینٹر جامعہ پنجاب لاہور
مرتب: محترم جناب محمد فیروزالدین شاہ لیکچرر فاسٹ یونیورسٹی لاہور۔ **صفحات:** ۳۶۱ **قیمت:** ۲۰۰ روپے

صفحۂ ہستی پر جتنی تحقیق وریسرچ قرآن کریم کے بارے میں کی گئی ہے کسی کتاب کے بارے میں نہیں کی گئی اور جتنے اعتراض وشبہات اہل ادیان باطلہ کی طرف سے قرآن کریم پر کئے گئے شاید ہی کسی کتاب کے بارے میں کئے گئے ہوں، بالخصوص مغربی فکر نے قرآن کریم کی تحقیق اور اس پر وارد شدہ اشکالات وشبہات پر کتابیں تصنیف کیں اور اختلاف قراءات کو ہدف وبنیاد بنا کر قرآن مجید کو محرف ثابت کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے آسمانی کتاب نہ ہونے پر ہزارہا اوراق کو سیاہ کیا، لیکن عادت اللہ ہے لکل مبطل محق کہ ہر باطل کے مقابل حق بھی ہوتا ہے اسی لئے علماء کرام نے اپنے اپنے دور میں مستقل کتابیں تالیف فرما کر مغربی فکر کو دندان شکن جواب دے کر قرآن کریم کی حقانیت کو ثابت فرمایا ہے۔

زیرنظر کتاب بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جس میں استشراقی فکر کے دعووں کو بے بنیاد ثابت کیا اور اختلاف قراءات کی حکمتوں کو بھی واضح کیا گیا ہے جسے برادرمکرم جناب محمد فیروزالدین شاہ زید مجدہ نے بڑی ہی عرق ریزی سے مرتب فرمایا ہے، فنی اعتبار سے کتاب بہت اہم ہے۔

کتاب ہذا چار ابواب پر مشتمل ہے اور ہر باب میں تقریباً چار ہی فصول ہیں، ابتدائی دو ابواب میں قراءت کی حقیقت وحجیت کو خصوصیت سے بیان کیا گیا ہے اور حدیث سبعہ احرف کی استنادی حیثیت کو احسن انداز میں ثابت کرتے ہوئے مخالفین کی علمی رنگ میں مدلل ومبرہن طریقہ سے تردید بھی کی گئی ہے۔

کتاب ہذا کا باب سوم کئی وجوہ سے نہایت اہمیت کا حامل ہے جس کے فصل اول ودوم میں استشراقی فکر کے نظریہ تحریف کی وضاحت کرتے ہوئے موصوف نے تحریک استشراق کے مدارج ومحرکات کو بھی آشکار کیا ہے اور مستشرقین کے زاویہ نگاہ کو بیان کرتے ہوئے گولڈزیہر، آرتھر جیفری اور جان برٹن کے شبہات کا خصوصیت سے تجزیہ پیش کیا، نیز دیگر کتب سماویہ میں وقوع تحریف کے شواہد پر بھی مفصل بحث فرمائی، اس لحاظ سے کتاب ہذا اپنے اندر مختلف علمی مضامین کو سموئے ہوئے ہے۔ علاوہ ازیں کتاب علماء وطلبہ کیلئے یکساں اہمیت وافادیت کی حامل ہے نیز کتاب ہذا کی کتابت وطباعت نہایت عمدہ اور معیاری ہے کتاب کو خوبصورتی کے ہر ممکنہ طرق سے آراستہ کیا گیا ہے۔